شبلی

اقتباسات کی روشنی میں

ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی

ادبی دائرہ، اعظم گڑھ

شبلی

اقتباسات کی روشنی میں

ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی

ادبی دائرہ اعظم گڑھ

SHIBLI
Iqtebasat ki Roshni Mein
by: **Mohammad Ilyas Azmi**
Frist edition Sept. 2022
azmi408@gmail.com
+919838573645
Page: 160. Rs: 250/-

ISBN

- کتاب : ....شبلی: اقتباسات کی روشنی میں
- مرتب : ....ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی
- ناشر : ....مرتب
- مطبع : ....اصیلہ پرنٹرس۔ دہلی

ملنے کے پتے

- مکتبہ جامعہ لمیٹڈ اردو بازار جامع مسجد دہلی۔ ٦
- دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، ٢٧٦٠٠١

انتساب

نامور عالم ومصنف

مولانا اعجاز احمد اعظمیؒ

(نور اللہ مرقدہ)

کی بے لوث محبتوں

کے نام

فہرست

حرف آغاز

علامہ شبلی نعمانی (۱۸۵۷-۱۹۱۴ء) کے عظیم الشان کارناموں کا آوازہ ہندوستان کی سرحدوں سے نکل کر دور دراز عرب وعجم کے ملکوں تک جا پہنچا ہے۔ گذشتہ سوا سو برس میں بلا مبالغہ سیکڑوں اہل علم ودانش نے ان کی شخصیت اور فکر وفن پر قلم اٹھایا اور داد تحقیق وتصنیف دی۔ کسی اہل قلم نے ان کی سیرت وشخصیت کی داستان عظمت وعزیمت سنائی تو کسی نے ان کی تاریخی بصیرت وبصارت کا ذکر کیا۔ کسی نے ان کی ادبی، شعری اور تعلیمی خدمات پر روشنی ڈالی تو کسی اہل قلم نے ان کی تصنیفات وتحقیقات بالخصوص سیرت وسوانح نگاری میں ان کے علوئے مقام ومرتبہ کی نشاندہی کی۔ واقعہ یہ ہے کہ برصغیر کے جن ناموران علم وادب کے نقوش و اثرات صفحہ عالم پر ثبت ہوئے، ان میں ایک اہم نام علامہ شبلی نعمانی کا بھی ہے۔

علامہ شبلی اور ان کی علمی کاوشوں کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ دنیا کی ۲۰؍زبانوں میں ان کی تصانیف کے ۱۴۲؍تراجم شائع ہو چکے ہیں۔ اور یہ تراجم ان زبانوں کے ممتاز اہل علم ودانش کے قلم سے نکلے ہیں۔ ان میں ایران کے سید محمد تقی فخر داعی گیلانی، ترکی کے محمد عمر رضا دوغرل، یوسف صالح قراچہ، افغانستان کے ملک الشعرا سرور خاں گویا، مصر کے دکتور جلال سعید الحفناوی اور پشتو اہل قلم عزیز الرحمٰن سیفی وغیرہ کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان مترجمین کی شبلی شناسی کی داستان کے لئے راقم کی کتابیں ''کتابیات شبلی'' اور ''تصانیف شبلی کے تراجم'' دیکھی جا سکتی ہیں، جنہیں دار المصنفین اعظم گڑھ اور ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس دہلی نے شائع کیا ہے۔

زیرنظر کتاب دراصل اہل علم وکمال کی ان تحریروں کا ایک انتخاب ہے جو گذشتہ سوا سو سال میں علامہ شبلی اوران کے افکار وخیالات کے بارہ میں لکھی گئیں۔ یہ انتخاب عہد سرسید [۱۸۱۷-۱۸۹۸ء] سے عہد حاضر کے ممتاز اہل قلم کی تحریروں کے خاص خاص اقتباسات پر مشتمل ہے۔اس سے واضح ہوتا ہے کہ گذشتہ صدی میں برصغیر کا تقریباً ہر بڑا ادیب، نقاد اور دانشور علامہ شبلی اوران کی فکر ونظر سے کسی نہ کسی نوع سے متاثر ہوا۔ یہاں یہ وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ علامہ شبلی سے جو شعرا متاثر ہوئے اور اپنی کاوشوں میں انہیں خراج پیش کیا ان کا اوران کی تخلیقات کا ذکر ناچیز نے اپنی کتاب ''شبلی: سخنوروں کی نظر میں'' کیا ہے۔

اس کتاب میں علامہ شبلی سے متعلق ۱۵۰ر اہل قلم کے تقریباً دوسو اقتباسات شامل ہیں۔مختلف موضوعات کے یہ اقتباسات جن کتابوں یا مقالوں سے نقل کئے گئے ہیں ان کا حوالہ دیا گیا ہے۔اہل قلم کے ناموں کے ساتھ ان کا سنہ ولادت ووفات اوران کے اقتباسات کے عناوین بھی درج کئے گئے ہیں۔یقین ہے اس سے تفہیم شبلی میں گونا گوں آسانی ہوگی۔

اس انتخاب میں یہ اہتمام کیا گیا ہے کہ انہی تحریروں کا انتخاب کیا جائے جو اپنے موضوع پر لکھی گئی دیگر تحریروں میں منفرد اور ممتاز ہوں۔یا اس سے علامہ شبلی کی شخصیت کے کسی خاص پہلو کی وضاحت وصراحت ہوتی ہو۔یا وہ ادب وانشا کے لحاظ سے قابل ذکر ہو۔ان اصولوں کی بنا پر یہ انتخاب علامہ شبلی سے متعلق بہترین اور خوب صورت تحریروں کا مجموعہ عطر ہوگیا ہے۔

اس انتخاب میں علامہ شبلی کی شخصیت اوران کے اوصاف وکمالات کے تقریباً تمام اہم پہلوؤں کا اجمالاً ہی سہی ذکر آ گیا ہے۔ راقم کے سلسلہ مطالعات شبلیات کے تحت مختلف اداروں سے اب تک ۲۶ر کتابیں شائع ہوچکی ہیں۔یہ اس سلسلہ کی ستائیسویں کتاب ہے۔ اس کا بنیادی مقصد علامہ شبلی کے سوانح اور افکار وخیالات کی از سرنو ترتیب وتدوین اور تفہیم و اشاعت ہے۔البتہ زیرنظر کتاب کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص علامہ شبلی کی کتاب زندگی کے بارہ میں ان کے بزرگ، معاصرین اور بعد کی نسل کے ممتاز اہل علم و دانش کے آراء و

خیالات سے آج استفادہ کرنا چاہے تو مشکل پیش آتی ہے، اس لئے پیش نظر کتاب میں سرمایہ شبلیات کا بہترین ذخیرہ یکجا کیا گیا ہے۔ اس نوع سے یہ ایک منفرد کتاب قرار پاتی ہے۔

بعض احباب کا خیال تھا کہ جن اہل قلم کے اقتباسات درج کئے گئے ہیں، چند سطروں میں ان کا تذکرہ بھی لکھا جانا چاہئے، مگر چونکہ رجال شبلی پر ناچیز کی دو کتابیں' کلام شبلی کے اعلام و اشخاص' اور 'شبلی کے مکتوب الیہ' شائع ہو چکی ہیں، اس لئے اس کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی۔

کتاب کی ترتیب مصنّفین کے سنہ پیدائش کی ترتیب کے موافق ہے، جس سے علامہ شبلی کے متعلق گذشتہ صدی کے متعدد اہل علم اور ارباب کمال کے بنیادی افکار ونظریات تسلسل سے سامنے آجاتے ہیں۔ اس میں جو اقتباسات نقل کئے گئے ہیں، ادب وانشا کے لحاظ سے اگرچہ قابل ذکر ہیں، مگر علامہ شبلی کی انشاپردازی کے سامنے ہیچ اور چنداں قابل ذکر نہیں، اس لئے اصل اور حقیقی انشاپردازی سے استفادہ کے لئے ضروری ہے کہ تصانیف شبلی کا از سرنو مطالعہ کیا جائے۔ خاص طور پر المامون، الفاروق، سیرۃ النبیؐ اور صحیفہ حسن وعشق ''شعرالعجم''، جس کے مطالعہ کا مشورہ مولانا سعید احمد اکبرآبادی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں ریسرچ اسکالرس کو دیا کرتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ ان کے مطالعہ سے غور وفکر اور تنقید وتجزیہ کا سلیقہ آتا ہے۔

ادبی رعنائی وزیبائی کے لحاظ سے سفرنامہ روم ومصر وشام اور موازنہ انیس ودبیر کا درجہ کچھ کم اہم نہیں ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ علامہ شبلی کی ہر تصنیف ادب وانشا کی رعنائی وزیبائی اور گل کاری کے وصف سے معمور ہے۔ کتابیں تو کتابیں ان کے قلم سے نکلے ہوئے چھوٹے چھوٹے مضامین ومقالات اور مکاتیب وشذرات بھی قاری کے ذوق ووجدان پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ اللہ تعالی نے تصانیف شبلی کی شکل میں ہمیں کیسی خوب صورت اور غیر معمولی نعمت سے نوازا ہے۔ اس کا صحیح ادراک وہی لوگ کر سکتے ہیں جنھوں نے کتاب خانوں کی سیر کی ہو، اور معدن علم وادب کے چمنستانوں سے خوشبو کشید کی ہو۔ بہرکیف زیر نظر کتاب کا مطالعہ اس لحاظ سے بھی مفید ہے کہ اس میں جو تحریریں شامل ہیں، وہ برصغیر کے بہترین دماغوں کے ایک صدی کے مطالعہ شبلی کا ماحصل ہیں۔

میں اپنے رب رحیم وکریم کا جس قدر شکر ادا کروں وہ کم ہی ہوگا کہ اس نے اس کتاب کی ترتیب وتدوین کا نہ صرف خیال دل میں ڈالا، بلکہ اس کی تکمیل واشاعت کا سامان بھی کیا۔ بظاہر یہ ایک معمولی سا طالب علمانہ کام ہے لیکن افادیت کے لحاظ سے خاصی اہمیت کا حامل ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اس سے مطالعات وتحقیقات شبلی کے سرچشمے پھوٹیں گے۔

آخر میں ان احباب اور متعلقین کا شکریہ ادا کرنا اپنا خوش گوار فریضہ سمجھتا ہوں جنہوں نے آڑے ٹیڑھے اور سرد وگرم ہر موسم میں حق تعلق نبھایا۔ اللہ انہیں جزائے خیر دے۔

۱۹/اگست ۲۰۲۲ء

ناچیز
محمد الیاس الاعظمی
ادبی دائرہ اعظم گڑھ

شبلی

اقتباسات کی روشنی میں

سرسید احمد خاں

[۱۸۱۷-۱۸۹۸ء]

کمال تاریخ نویسی

''ہمارے لائق مصنف نے اس بات کا بہت کچھ خیال رکھا ہے اور باوجود تاریخانہ مضمون ہونے کے ایسی خوبی سے اس کو ادا کیا ہے کہ عبارت بھی فصیح اور دلچسپ ہے اور تاریخانہ اصلیت بھی بدستور اپنی اصلی صورت پر موجود ہے جو خوب صورت ہے خوب صورت ہے۔ جو بھونڈی ہے بھونڈی۔ نہ خوب صورتی کو زیادہ خوبصورت بنایا اور نہ بھونڈے پن کو بھونڈا اور درحقیقت یہی کمال تاریخ نویسی کا ہے۔'' (المامون، ص:۲)

قابل رشک زبان

''یہ کتاب (المامون) اردو زبان میں لکھی گئی ہے اور ایسی صاف وشستہ اور برجستہ عبارت ہے کہ دلی والوں کو بھی اس پر رشک آتا ہوگا۔'' (المامون، ص۳)

بے نظیر کتابیں

''اس میں کچھ شبہ نہیں ہے کہ ہمارے کالج کے پروفیسر مولوی محمد شبلی نعمانی نے اپنی تصانیف سے ملک کو بہت کچھ فائدہ پہنچایا ہے۔المامون، سیرۃ النعمان، کتب خانہ اسکندریہ اور الجزیہ بے مثل اور بے نظیر کتابیں ہیں۔اگر وہ نعوذ باللہ اپنے رسالہ الجزیہ کی نسبت مسلمانوں کو مخاطب کر کے یہ کہیں کہ "فأتو بسورۃ من مثلہ" تو کچھ تعجب نہ ہوگا، جزیہ کا ایسا بے جا اور غلط الزام اسلام پر تھا جس کا آج تک کسی نے ایسی عمدگی سے حل نہیں کیا تھا۔ ان جرہ الاعلی اللہ با ایں ہمہ انہوں نے مثل علمائے متقدمین باخدا الذین لا ینظرون الی الدنیا و حطامھا بل ینظرون الی رحمۃ اللہ و برکاتہ و الی حالۃ القوم و اصلاحھا ،کوئی ذاتی فائدہ ان کتابوں کی تصنیف سے نہیں اٹھانا چاہا بلکہ بالکلیہ مدرسۃ العلوم کو دے دیا اور جب ان کی حالت معاش پر نظر کی جاوے تو ان کی یہ فیاضی بھی بہت زیادہ اور اعلیٰ درجہ کی باوقعت ہو جاتی ہے، ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء .''(مقالات سرسید جلد ہفتم،ص:۳۲۵)

تحریر نرالی ہوگی

''اگر اہل ملک مولوی شبلی کی تصانیف کو سمجھتے ہوں تو وہ یقین کریں گے کہ اگر ایک ہی مضمون پر دس شخص بھی لکھیں تو مولوی شبلی کی تحریر نرالی ہوگی۔بس ان کو کیا پرواہ ہے کہ اور کسی نے بھی کچھ لکھا ہے۔''(انتخاب مضامین انسٹی ٹیوٹ گزٹ،ص:۸۰)

مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم

''مولانا شبلی نے تاریخانہ مضمون گذشتہ تعلیم مسلمانان پر اختیار کیا۔وہ رسالہ مرسل ہے۔میں سمجھتا ہوں نہایت عمدہ اور مفید چیز تیار ہوگئی ہے۔''

(خطوط سرسید،ص:۱۳۶)

حوالے کا اہتمام

''مصنف نے کوئی ایسی بات نہیں لکھی جس کا حوالہ معتبر مآخذ سے نہ دیا ہو۔ ہر ایک جزئی بات پر بھی اس کتاب کا جس سے وہ بات لی گئی ہے، حوالہ دیا ہے۔ اس کے حاشیوں پر جس قدر کتابوں کے حوالے ہیں ان کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ اس کتاب کے لکھنے میں کس قدر جانکاہی ہوئی ہوگی اور مصنف کو کتنے ہزاروں ورق الٹنے پڑے ہوں گے۔'' (المامون ص ۳)

جاہل آدمی

''مولوی شبلی نے یہ کتابیں مع حق تصنیف وغیرہ کالج کی نذر کر دی ہیں۔ ان کی قیمت یا منافع سے ایک حبہ کا فائدہ انھوں نے حاصل نہیں کیا اور آئندہ وہ جو کچھ لکھ رہے ہیں صرف کالج کے فائدے کے لئے لکھتے ہیں، اپنا ذاتی فائدہ ان کو مقصود نہیں۔ ایسے جاہل آدمی ہیں کہ انھوں نے چند نسخے المامون کے بلا قیمت اپنے دوستوں کو بھیجنا چاہے۔ میں نے ہر چند اصرار کیا کہ جس قدر تمہارا دل چاہے لے لو، ہرگز نہ مانے، مجھ سے خرید کیں اور اپنے دوستوں کو بھیج دیں۔'' (خطوط سرسید۔ ص ۱۳۸)

الطاف حسین حالی

[۱۸۳۷-۱۹۱۴ء]

ادب اور مشرقی تاریخ کا مخزن

ادب اور مشرقی تاریخ کا ہو دیکھنا مخزن
تو شبلی سا وحید عصر و یکتائے زمن دیکھیں

دستۂ گل

''کوئی کیوں کر مان سکتا ہے کہ یہ اس شخص کا کلام ہے جس نے سیرۃ النعمان، الفاروق

اورسوانح عمری مولانا روم جیسی مقدس کتابیں لکھی ہیں۔غزلیں کاہے کو ہیں،شراب دوآتشہ ہے جس کے نشے میں خمار چشم ساقی بھی ملا ہوا ہے۔غزلیات حافظ کا جو حصہ محض رندی و بے باکی کے مضامین پر مشتمل ہے،ممکن ہے کہ اس کے الفاظ میں زیادہ دل ربائی ہو،مگر خیالات کے لحاظ سے تو یہ غزلیں اس سے بھی زیادہ گرم ہیں۔......میرا ارادہ تھا کہ اپنا فارسی کلام نثر و نظم جو کچھ ہے اس کو چھپوا کر شائع کردوں،مگر دستۂ گل دیکھنے کے بعد میری غزلیں خود میری نظر سے گرگئیں۔''

(کلیات نثر حالی ج۲ص۲۹۲)

سیرۃ النعمان

مولانا کی چند بیش بہا تصنیفیں اس سے پہلے چھپ کر شائع ہو چکی ہیں۔جیسے مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم ،مامون رشید کی سوانح عمری،رسالہ جزیہ۔انہوں نے اپنی ہر ایک پہلی تصنیف میں جس بلندی پر آپ کو دکھایا ہے،اس کے بعد کی تصنیف میں ان کی لیاقت اور روشن دماغی اس سے بلند تر منظر پر جلوہ گر ہوئی ہے اور جہاں تک میری نگاہ پہنچتی ہے میں سیرۃ النعمان کو ان سب سے اعلیٰ منظر پر پاتا ہوں۔''(شبلی شناسی کے اولین نقوش،ص:۳۲۰)

نواب محسن الملک

[۱۸۳۷-۱۹۰۷ء]

ذاتی خوبیاں

''صاحبو!مولانا شبلی صاحب کی ذاتی خوبیوں اور ان کے علمی کمالات کا ذکر کرنا فضول ہے جن کو ان سے ملنے کی عزت حاصل ہے وہ ان کے ان صفات کا اندازہ کرسکتے ہیں جو خدا نے کوٹ کوٹ کر ان میں بھر دیے ہیں۔''

(حیات شبلی ص۲۷۰-۲۷۱)

تصانیف شبلی

''جن کو ان کی تالیفات وتصنیفات کے دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے، وہ اس بات کو سمجھ سکتے ہیں کہ ان کی نظر کیسی غائر اور ان کا علم کیسا وسیع، ان کے خیالات کیسے بلند، ان کا ذہن کیسا تیز، ان کی تحریر کیسی پر زور، ان کا بیان کیسا صاف اور ان کی تحقیق کیسی عالمانہ ہے، وہ ہمارے زمانہ کے پہلے مصنف ہیں جنہوں نے اپنی تالیفات میں فصاحت بیان اور سلاست عبارت اور لٹریچر کی تمام خوبیوں کے ساتھ اعتدال اور بے تعصبی اور انصاف کا لحاظ رکھا اور شاعرانہ خیالات اور ایشیائی مذاق کے موافق مبالغہ، استعارہ اور عبارت آرائی اور تصنع کے بغیر بلاغت سے فلسفیانہ طرز پر سوانح عمری اور لائف کے لکھنے کا طریقہ جاری کیا۔ اور واقعات تاریخی کے تحقیق کرنے اور محققانہ طور پر واقعات اور معاملات پر رائے دینے اور نتائج کے اسباب بیان کرنے اور اخبار وروایات کے صدق وکذب کے دریافت کرنے کا راستہ بتایا اور ایسے زمانہ میں جب کہ ہماری قوم کا مذاق بگڑا ہوا ہے اور ایسے وقت میں جب کہ سوائے افسانوں اور ناولوں کے کسی اور قسم کی کتابوں کی قدر نہیں ہے، ہمارے مولانا منجملہ ان دو تین مصنفین کے ہیں جن کی تالیفات کی نہایت قدر کی گئی اور جن کو قوم نے نہایت شوق سے دیکھا اور جس سے مسلمانوں نے بہت فائدہ اٹھایا اور جس نے ان کے دلوں میں ایک نیا مذاق پیدا کیا اور جس نے مشاہیر روزگار کے حالات زندگی کے لکھنے کا طریقہ اور اس کا مقصد بتایا اور ہمارے مردہ لٹریچر میں بلکہ ہمارے مردہ خیالات میں ایک نئی جان ڈال دی۔ فللہ درہ وعفی اللہ اجرہ۔'' (حیات شبلی ص ۱۷۲)

علمی احسان

''صاحبو! ہمارے دوست مولانا شبلی صاحب نے نہ صرف ہم مسلمانوں پر اپنی عمدہ تالیفات سے احسان کیا ہے بلکہ درحقیقت اسلام بھی ان کا ممنون ہے اور خدائے ذوالجلال کی رضامندی حاصل کرنے کا بھی انہوں نے نہایت عمدہ کام کیا ہے۔ ان چند اعتراضوں کا دور کرنا جو مذہب اسلام کے مخالف ہمارے مذہب پر کرتے تھے اور جن سے ہمارا مذہب،

انسانیت، انصاف، علم اور تہذیب کے مخالف خیال کیا جاتا تھا، وہ جزیہ اور اسکندریہ کے کتب خانہ کا جلانا تھا کہ برسوں سے یہ الزام ہم پر لگایا جاتا ہے اور کسی نے اس کی طرف توجہ نہیں کی، لوگوں نے جزیہ کو کفر کا ٹیکس قرار دے رکھا تھا اور اسکندریہ کے کتب خانہ کو جلانے سے پیشوایانِ اسلام کو علم کا دشمن مشہور کر دیا تھا۔ اس ذی ہمت، عالی دماغ محقق نے جو مدرسۃ العلوم کے ایک گوشہ میں بیٹھا ہوا۔ حکیمانہ زندگی بسر کر رہا تھا۔ ان دونوں چیزوں کی حقیقت ظاہر کرنے میں اپنی تحقیق کی ایک عجیب خداداد قوت ظاہر کی اور چند اوراق کے لکھنے اور مشتہر کرنے سے ایک عالم کو حیرت میں ڈال دیا اور یورپ کے بڑے بڑے محققوں کی آنکھوں پر سے غلطی کا پردہ اٹھا دیا اور ان دونوں اعتراضوں کو اس خوبی سے مذہب اسلام پر سے دور کر دیا کہ تمام دنیا حیران رہ گئی۔ حقیقت میں یہ کام ہمارے مولانا نے ایسا کیا ہے کہ خود اسلام اس کی داد دیتا ہے اور خدا اس پر آفریں کرتا ہے۔'' (حیات شبلی ص ۲۷۱۔۲۷۲)

فضیلت

''میرے نزدیک صرف وہ چند صفحے جو میرے معزز دوست نے جزیہ اور اسکندریہ کے کتب خانہ پر لکھے ہیں، ایسے ہیں کہ اگر کوئی کام مسلمانوں کے فائدہ کا انہوں نے نہ کیا ہوتا اور سوائے ان کے کوئی دوسری تحریر ان کی نہ ہوتی تو وہی چند صفحے ان کی فضیلت، لیاقت اور علم پر شاہد اور مسلمانوں کے فخر اور عزت کے لئے کافی اور ان کے شمس العلما ہونے کے شاہد تھے۔''

(حیات شبلی ص ۲۷۲)

مولوی سید احمد دہلوی

[۱۸۴۶-۱۹۱۸ء]

آب حیواں

''فارسی زبان کے آپ دھنی تھے۔ عربی کے کامل ادیب، ندوۃ العلما کو بارآور بنایا۔

خزاں رسیدہ شجر کو پت جھڑ سے آپ نے محفوظ رکھا۔ از سر نو پروان چڑھایا، گونا اتفاقی نے اس پر پتھر برسائے۔ خود غرضانہ روڑوں کی بوچھاڑ کی جس کے سبب آپ اس سے کنارہ کش ہو گئے، مگر جو کچھ کر گئے اور جس بات کی بنیاد ڈال گئے وہ آئندہ نسلوں کے حق میں آب حیواں سے کم نہیں۔'' (مجموعہ نظم شبلی اردو، ص:۱۰۱، دہلی ۱۳۴۸ھ)

ابوبکر شبلی

مولانا شبلی، ابوبکر شبلی صوفی کامل سے علم میں، فضل میں، صوفیانہ مذاق میں بہت سی مشابہت رکھتے تھے۔ اور عجب نہیں جو عمر میں بھی پوری پوری مناسبت ہو۔

الجھے ہوئے مسائل کے سلجھانے میں، لا ینحل عقدوں کے حل کرنے میں، ہر علم کے نکات سلجھانے میں، جاہلوں اور عوام کالانعام سے رنج برداشت کرنے میں اعلی درجے کے محقق اور صابر تھے۔ آپ کی نظر غائر تھی اور ہمت عالی۔''

(شبلی شناسی کے اولین نقوش، ص۲۰)

لوازمہ تصنیف

مصنف کو ہمیشہ دس باتوں کی ضرورت رہا کرتی ہے۔؟ اول اطمینان خاطر، دوم حصول امن، سوم اسٹیشنری یعنی موجودگی سامان، چہارم معیشت سے فارغ البالی، پنجم پیش خدمت یعنی خدام جو بجائے عضو کا کام دیتے ہیں، ششم گوشہ تنہائی، ہفتم تفریح قلب، ہشتم بے فکری، نہم اس کے کام اور دل سوزی کی داد، دہم ذخیرۂ کتب۔ پس مولانا شبلی کو دولت آصفیہ کی بدولت یہ ساری باتیں حاصل تھیں۔ وہ جو کچھ کرتے تھوڑا تھا لیکن زمانے کی حسد نے اس پر بھی چین نہیں لینے دیا مگر واہ رے شبلی! ایسی حالت میں بھی ذاتی جوہر دکھائے بغیر دنیا سے قدم نہ اٹھایا۔''

(شبلی شناسی کے اولین نقوش، ص:۲۱)

سلطان جہاں بیگم

[۱۸۵۸-۱۹۳۰ء]

روشن خیال

''روشن خیال اور جدید طبقہ میں مولانا شبلی اور مولانا نذیر احمد نہایت ممتاز اور مستند ہیں اور جدید تعلیم یافتہ گروہ میں ان کا تبحر علمی مستند ہے۔'' (عفت المسلمات، ص:۱-۲)

مصارف سیرۃ النبیؐ

''چونکہ اردو میں اس وقت تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی مفصل اور مستند سوانح عمری نہیں ہے، اس لئے جب مجھے معلوم ہوا کہ شمس العلما مولانا شبلی جو تاریخ اسلام کے ایک باکمال اور مستند عالم ہیں، سیرت نبویؐ مرتب کرنا چاہتے ہیں لیکن مالی امداد سے مجبور ہیں اور انہوں نے ایک اپیل امداد کے لئے شائع کی ہے۔ میں نے اس اپیل کو دیکھا اور افسوس ہوا کہ ایک ایسی ضروری اور مذہبی تصنیف کے لئے پبلک سے اپیل کرنے کی نوبت پہنچی ہے۔ میں نے ان کو مطلع کیا کہ وہ فوراً کام شروع کر دیں اور جس قدر روپیہ کے لئے اپیل کی گئی ہے وہ میں دوں گی۔'' (نواب سلطان جہاں بیگم۔ اختر اقبال، ص:۲۳۸)

مولانا عبدالحلیم شرر

[۱۸۶۰-۱۹۲۶ء]

سرسید و شبلی

''سید صاحب ہمیشہ اعتقادی وکلامی مسائل اور مؤرخانہ تحقیق کے غور وخوض میں رہتے اور تحقیق وتدقیق کے لیے انھیں اکثر حدیث وفقہ اور تاریخ وسیر کی کتابوں کے مطالعے کی ضرورت پڑتی۔ اس کام کو انھوں نے مولانا شبلی سے لینا شروع کیا اور مولانا شبلی نے اس خدمت کو ایسی خوبی اور قابلیت سے انجام دیا کہ جس قدر سید صاحب کی دقیقہ رسی اور وسعت

نظر کے مولانا قائل ہوتے جاتے تھے۔اس سے زیادہ سید صاحب ان کی تلاش وجستجو اور جلب روایات کے معتقد ومعترف ہوگئے تھے۔'' (شبلی شناسی کے اولین نقوش،ص:۲۴)

مولوی مسعود علی محوی

[۱۸۶۱-۱۹۵۳ء]

نادرالوجود استاد

''مولانا (شبلی) مرحوم ان نادرالوجود استادوں میں تھے جو نہ صرف کسی مضمون کو پڑھا اور سمجھا دینے بلکہ اس مضمون کے ساتھ شاگردوں میں حقیقی دلچسپی پیدا کردینے میں ملکہ رکھتے تھے۔مولانا مرحوم ومغفور کی دلچسپ اور مؤثر صحبت اور شاگردی کا یہ اثر ہوا کہ ہم میں سے بعض طلبہ فارسی میں ٹوٹی پھوٹی نظم لکھنے لگے اور سب نے قاآنی ہی کا طرز اختیار کیا۔کالج سے نکلنے کے بعد بعض ساتھی تو شعر گوئی کی علت سے بالکل پاک اور صاف ہوگئے اور بعض نے فارسی چھوڑکر اردو کی طرف توجہ کی اور اچھے شعر کہنے لگے،مگر میں اس علت کے قدیم جراثیم اپنے دماغ سے نکالنے میں آج تک کامیاب نہ ہوسکا۔'' (نذرعقیدت،ص:د)

جرجی زیدان

[۱۸۶۱-۱۹۱۴ء]

تمدن اسلامی

''یورپ کی کتابوں میں عربوں کے جو قابل ذکر واقعات بیان ہوئے ہیں ان کا سراغ مجھ کو اصل عربی ماخذ میں نہیں ملتا تھا،اس وجہ سے اس کی صحت مجھ کو مشکوک معلوم ہوتی تھی،شاید یہ واقعات عہد وسطیٰ کے یورپین سفرناموں سے ماخوذ ہیں اور اکثر واقعات محتاج تحقیق ہیں،مجھ کو اردو زبان میں لکھی ہوئی (شبلی) نعمانی کی کتاب رسائل شبلی ملی جس میں مستند حوالوں کے ساتھ عرب کے مدارس،شفاخانے،کتب خانے اور عربوں کی تصنیفات کا ذکر متعدد فصلوں میں

ہے، درحقیقت یہ ایک عظیم الشان تصنیف ہے۔اس کے ذریعہ سے اس موضوع پر علماء کے آراء واقوال کو پڑھ کر جب میں نے اصل ماخذ کی طرف رجوع کیا اورامعان نظر سے واقعات کی جستجو کی تو مجھ کو حیرت انگیز تمدنی سرمایہ ہاتھ آیا۔ بالخصوص علم وادب کے میدان میں عربوں نے جونمایاں کارنامے انجام دیئے ہیں، یہ اسی کی تفصیل ہے۔''

(تاریخ التمدن الاسلامی ج ۳، ص ۳، ۴۔مطبوعہ مصر)

مولوی عبدالرزاق کان پور

[۱۸۶۲-۱۹۴۸ء]

ادب عربی

''مولانا شبلی درس نظامیہ کے ہر شعبہ میں امتیازی خصوصیت رکھتے تھے، لیکن ادب عربی سب پر غالب تھا۔ان کی عربی انشاپردازی کو مصراور شام کے علمانے تسلیم کیا ہے اور فارسی بھی مثل اہل زبان کے تھی۔''

(مولوی عبدالرزاق کان پوری۔یادایام، ص:۴۷)

انگریزوں کی بدگمانی

''جب یہ سفرنامہ شائع کیا گیا تو گورنمنٹ ہند نے سختی سے اس پر نکتہ چینی کی اور جو تمغہ مجیدی امیر المومنین سلطان عبدالحمید خاں نے عطا فرمایا تھا، اس کے استعمال کی بھی اجازت نہیں دی گئی۔سبب یہ تھا کہ اس سفرنامہ میں سلطان کے ساتھ انتہائی جوش عقیدت کا اظہار کیا گیا تھا جو گورنمنٹ کی پالیسی کے خلاف تھا۔گورنمنٹ کے اس طرز عمل سے سرسید بھی ناراض ہوئے۔لفٹنٹ گورنرالہ آباد کو توجہ دلائی، گورنمنٹ نے اس کے جواب میں صرف یہ کیا کہ مولانا شبلی کو جنوری ۱۸۹۴ء میں شمس العلماء کا خطاب عطا کیا۔ چنانچہ اس کی تہنیت میں طلبہ اور احباب نے ایک جشن منایا۔رباعیات، قطعات اور مدحیہ قصائد لکھے گئے۔میں صرف مبارکباد

کا تار ارسال کر سکا۔ اس جلسے میں نواب محسن الملک کی تقریر جو طلبہ کو مخاطب کر کے کی تھی مختلف حیثیتوں سے نہایت دلچسپ اور معنی خیز تھی۔ یہ سب کچھ ہوا مگر گورنمنٹ کے دل میں مولانا کی طرف سے جو بدگمانی ہوگئی تھی وہ نہ گئی اور یہ ریشم کی گرہ اخیر تک نہ کھل سکی۔'' (یادایام، ص۶۲)

مجموعہ نظم فارسی

''قدیم فارسی اور نئی طرز میں یہ قندوگلاب کا برف آمیز شربت تھا۔ یہ جملہ قصائد اور ترکیب بندوغیرہ جدید انشا میں اچھوتے تھے، جس کی کوئی نظیر موجود نہ تھی۔ جب وہ قومی نظم کو جوش وخروش سے پڑھتے تھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا باربد جہرمی خسرو پرویز کے دربار میں نغمہ سنجی کر رہا ہے۔ حاضرین جلسہ پر وجد کی حالت طاری ہو جاتی تھی۔'' (ایضاً ص۶۳)

قابل اظہار بھی نہیں

''دوران معتمدی میں بھی مولانا کو بہت کوفت اٹھانا پڑی۔ خصوصاً وہ زمانہ جب شاہ سلیمان پھلواروی اور مولوی خلیل الرحمٰن سہارن پوری مدعی نظامت تھے اور بہار و بنگال سے رائے دہندہ لکھنؤ تک پہنچتے تھے، جس کی تفصیل قابل اظہار نہیں۔'' (یادایام، ص:۶۴)

میر ولایت حسین

[۱۸۶۲-۱۹۴۹ء]

تنخواہ

''شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی باوجود اپنے علم وفضل کے محمڈن کالج علی گڑھ میں چالیس روپیہ ماہوار پر مقرر ہوئے تھے۔ جولائی ۱۸۸۶ء میں جب مولوی محمد اکبر پروفیسر عربی کا انتقال ہوا تو مولوی شبلی ان کی جگہ پر مبلغ ستر روپیہ ماہوار پر پروفیسر عربی مقرر ہوئے۔ بعد ازاں غالباً ۱۸۸۸ میں سالار جنگ ثانی لائق علی خاں مدارالمہام ریاست حیدرآباد کی علی گڑھ تشریف

آوری پر ریاست حیدر آباد سے کالج کی امداد بجائے ساڑھے سات سو روپیہ ماہوار کے ایک ہزار روپیہ ماہوار ہوگئی اور مولوی شبلی کو ایک سو روپیہ ماہوار بطور تنخواہ کالج سے ملنے لگے اور یہی تنخواہ مولانا کی اس وقت تک رہی جب کہ ۱۸۹۸ء میں سرسید کے انتقال کے بعد مولانا نے کالج چھوڑا۔'' (آپ بیتی ص ۸۶)

میلاد شریف

مولانا شبلی صاحب نے میلاد شریف کا جلسہ اول اپنی کوٹھی پر کرنا شروع کیا اور تھوڑے سے آدمی اس میں مدعو ہوتے تھے۔ نشست کرسی اور میز پر تھی اور مولانا خود اس میں سیرت نبویؐ بیان فرماتے تھے۔ بعد ازاں ۳۰/ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو میلاد شریف کا پہلا جلسہ نہایت شان و شوکت سے سالار منزل میں ہوا اور کچھ عرصہ بعد یہ جلسہ اسٹریچی ہال میں ہونے لگا، آخر میں ایک ناگوار واقعہ کی وجہ سے اس قسم کے مذہبی جلسے اسٹریچی ہال میں ہونے موقوف ہوئے۔

(آپ بیتی، ص:۹۲)

پروفیسر ٹی، ڈبلو، آرنلڈ

[۱۸۶۴-۱۹۳۰ء]

علمی تعاون

''میں اپنے پیارے دوست شمس العلماء مولوی شبلی نعمانی کا خاص طور پر احسان مند ہوں جنھوں نے اپنے قدیم اسلامی تاریخ کے خزانہ علم سے متواتر مہربانیوں کے ساتھ ہمیشہ میری مدد فرمائی، اگر وہ اپنے اس وسیع علم سے فیاضی کے ساتھ میری مدد نہ کرتے تو اس کتاب کے اکثر حصوں میں جو بیش قیمت واقعات درج ہیں ان سے میں لاعلم رہ جاتا۔''

(دعوت اسلام، ص ۲۰، مترجمہ، مولوی عنایت اللہ دہلوی)

نواب سید علی حسن خاں

[۱۸۶۶-۱۹۳۶ء]

سرمایہ تاریخ وسوانح

’’علامہ ممدوح کی تالیف وتصنیف نے ارباب قلم کے لئے ایک نئے باب کا اضافہ کر دیا اور اہل ہند میں تاریخی مذاق پیدا کر کے گویا ایک صلائے عام دیدی، اس لئے چند دنوں میں بہت سی سوانح عمریاں جمع ومرتب ہوکر مشتہر ہوگئیں اور تھوڑے عرصہ میں ایک عظیم الشان ذخیرہ تاریخی واقعات اور اسلاف کے حالات کا فراہم ہوگیا۔‘‘

(مآثر صدیقی حصہ اول ص۵)

قتیل ندوہ

’’اب میں اس تذکرہ کو اس مصلح حکیم اور مرشد خبیر کے ذکر ودعا پر ختم کرتا ہوں جس کو ندوہ کے ساتھ روح وجسد کا سا تعلق رہا ہے جس نے اپنی زندگی کی بہترین فرصتوں اور قوتوں کو ندوہ کی راہ میں وقف کر رکھا تھا۔ جس کی فکر حکیم اور رائے مستقیم نے قیام دارالعلوم اور اصلاح نصاب کو اصلاح دینی کا اصل واساس سمجھ کر سب سے پہلے اس عمل جلیل کی بنیاد ڈالی اور احیائے امت مرحومہ کی جس حقیقت کبری کو باوجود محسوس کرنے کے حکیم الامۃ جمال الدین اسد آبادی اور مفتی محمد عبدہ مرحوم عمل میں نہ لاسکے، اس کو حضرت علامہ شبلی مرحوم نے عملاً نمایاں کر کے دکھایا مگر افسوس ہے کہ بایں ہمہ بدبختانہ طور پر ندوۃ العلما اس کے فیض بخشی حیات سے محروم رہا اور اس قتیل ندوہ اور فدائے اصلاح دینی کے خدمات عظیمہ سے مستفید نہ ہوسکا۔‘‘

(ماہنامہ معارف، اعظم گڑھ، مئی ۱۹۳۷ء، ص۳۷۱)

مولانا حبیب الرحمٰن شروانی

[۱۸٦۷-۱۹۵۰ء]

قدیم وجدید

''علامہ شبلی مرحوم کی زندگی میں بہت سے پہلو ایسے ہیں جو قدیم وجدید دونوں طبقوں کے علما کے واسطے سبق آموز ہوسکتے ہیں۔اس لئے ان کی سوانح اگر محنت سے لکھے جائیں تو بیحد مفید ہوں گے۔''(شبلی شناسی کے اولین نقوش،ص:۲۹)

پاکیزہ صحبت

صحبت نہایت پاکیزہ وشگفتہ تھی۔انسان خواہ کسی درجے کا ہوان کی باتوں سے محظوظ ہوتا تھا۔جس مسئلے پر گفتگو کرتے ان کے کمال کی خوبیاں نظر آتیں۔عقلی پیرایہ،مورخانہ انداز، شاعرانہ نکتہ سنجی،ان کے بیان رفیق وہم دم تھے۔جب کبھی کسی علمی مسئلے پر گفتگو ہوئی بعض نادر اورنازک پہلو ضرور بیان کئے۔فضول باتیں میں نے ان کی زبان سے کبھی نہیں سنیں۔''
(شبلی شناسی کے اولین نقوش،ص:۳۷)

تصانیف شبلی کی مقبولیت کے اسباب

علامہ شبلی نعمانی کی تصانیف میں جو مابہ الامتیاز اور سرمایہ ناز ہے وہ یہ ہے کہ وہ اسی فن پر قلم اٹھاتے ہیں جس کا ذوق ان کے ضمیر میں بلکہ خمیر میں ہے۔اور جب اس فن پر قلم اٹھانا چاہتے ہیں تو اول اس کا مطالعہ(اسٹڈی) کاہش وکاوش کے ساتھ کرتے ہیں۔ان کا ذوق سلیم یہ رہنمائی کرتا ہے کہ کس ماخذ کو قبول کریں اور کس کو رد؟ کس بات کو مانیں،کس کو نہ مانیں؟ جب اس طرح وہ کل مالہ وماعلیہ پر قادر ہوجاتے ہیں تو پھر یہ دیکھتے ہیں کہ کیا کہیں اور کیا نہ کہیں ؟ جو قابل کہنے کے ہے اس کو اپنے خاص اسلوب میں جس کی صفائی میں زور چمکتا ہے ادا کردیتے ہیں۔یہی اسباب ہیں جن کے اثر سے ان کی تصانیف مقبول ہورہی ہیں۔خیالوں

میں انقلاب پیدا کر رہی ہیں۔ باوجود گراں قیمت ہونے کے، گراں قدر ہونے کے سبب بار بار چھپتی ہیں اور بکتی ہیں۔'' (شبلی شناسی کے اولین نقوش، ص:۴۶۰)

سید طفیل احمد منگلوری

[۱۸۶۸-۱۹۴۶ء]

سیاسیات میں اولیت

''سیاسی کاموں میں حصہ لینے والوں میں ابتک زیادہ تر نام جدید تعلیم یافتہ اصحاب کے آئے تھے مگر عجیب بات ہے کہ جب سے مسلمان فرقہ وارانہ سیاست سے نکل کر عام ملکی سیاست میں داخل ہوئے قدیم تعلیم یافتگان کا حصہ اس میں نمایاں ہو گیا بلکہ انہوں نے مسلمانوں کو فرقہ پرستی کے دلدل سے نکالنے میں خاص کام کیا، جس میں سب سے اول مولانا شبلی تھے۔'' (مسلمانوں کا روشن مستقبل ص ۳۸۶)

مہدی حسن افادی

[۱۸۷۰-۱۹۲۱ء]

تاریخی الہامات

''پروفیسر شبلی نے جیسا کہ پہلے کسی موقع پر دکھایا گیا ہے، ہم کو غیروں سے قریب قریب بے نیاز کر دیا ہے۔ یہ جس طرح قدیم تاریخ ولٹریچر کے جامع ہیں آج کل کے فلسفیانہ انتقادات اور نکتہ سنجیوں سے آشنا ہی نہیں بلکہ یہ مذاق ان میں اس قدر رچا ہوا ہے کہ ان کے طے کردہ مسائل جو دنیا کے سامنے پیش کئے گئے ہیں اس حد تک کامل ہیں کہ میرا خیال ہے کہ زمانہ آئندہ بلکہ بعد آئندہ میں بھی غالباً ان پر کوئی معتد بہ اضافہ نہ کر سکے گا، اسی طرح ان کے اجتہادات کا (جن کو تاریخی الہامات کہنا زیادہ موزوں ہوگا) کوئی حصہ صدیوں بعد بھی متروک ہونے کے لائق نہیں ہوگا، اس سے زیادہ شبلی کے غیر فانی ہونے کا کیا ثبوت ہوگا۔''

(ماہنامہ خضر راہ، لکھنو، شبلی نمبر، ص:۳۶)

نیا تاریخی دور

''شبلی ملک میں پہلے شخص ہیں جن کو تاریخ و فلسفہ میں ربط باہمی کا خیال پیدا ہوا اور وہ ان جواہرات عقلی کی تحلیل و ترکیب کیمیائی اس طرح کر سکے، جس سے لٹریچر میں ایک خاص امتزاج پیدا ہو گیا ہے۔ انہوں نے اپنی متعدد قیمتی تصنیفات میں ہمیشہ اپنا درجہ قائم رکھا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ آج کل کے ترقی یافتہ مذاق ادبی کے مطابق وسیع سلسلہ تحقیقات اور زبردست قوت استقرائی سے اسباب و نتائج تصرفات فلسفیانہ میں کس طرح کام لیا جا سکتا ہے۔ مجھ کو اصرار ہے کہ شبلی کی تحقیقات سے جو ان کی اولیات میں داخل ہونے کے لائق ہے، ہندوستان کی علمی قلمرو میں ایک نیا تاریخی دور شروع ہوگا۔'' (افادات مہدی، ص:۱۵۷-۱۵۸)

دوسرے درجہ پر نہیں ہیں

''شبلی بلحاظ فن میرا خیال ہے صرف ہندوستان ہی نہیں بلکہ تمام اسلامی دنیا میں کسی سے دوسرے درجہ پر نہیں ہیں۔ اس کو میری قاصر النظری پر نہ محمول کیجئے۔ فلسفہ تاریخ جو آج کل تمام علوم میں سرفہرست ہے، ایک مستقل فن ہو گیا ہے۔ اور اس قدر اہم ہے کہ دنیا کے بڑے بڑے فاضل مورخانہ موشگافیوں کو بہترین مشغلہ ہستی سمجھتے ہیں۔ مصری اور ترکی لٹریچر میں تاریخی مذاق جس قدر موجود ہے، ہم اس سے ناواقف نہیں ہیں، لیکن جن مضامین پر وہاں سرگرمی سے طبع آزمائیاں ہو رہی ہیں وہ شبلی کے یہاں دست فرسودہ اور مسائل ابتدائی ہیں، جن کو فاضل مورخ کی سرسری جنبش قلم مدت ہوئی ایک سے زیادہ موقع پر طے کر چکی ہے۔ سچ یہ ہے کہ شبلی جامعیت اور وسیع النظری نیز مورخانہ تدقیق اور کمال فن کی حیثیت سے آج یورپ کے بڑے سے بڑے مورخ سے پہلو بہ پہلو ہو سکتے ہیں۔'' (افادات مہدی، ص:۱۸۶)

الفاروق

''یہ عمروں کی کمائی ہے، بڑی کاوش واہتمام سے سالہا سال کی مورخانہ تلاش اور تدوین کے بعد ناموران اسلام کے سلسلہ میں خلیفہ دوم کی لائف پر یہ ضخیم تالیف تیار کی گئی ہے۔مورخ نے محض تحقیق واقعات کے لئے ممالک غیر یعنی ترکی،مصر وغیرہ کے مصائب سفر برداشت کئے۔سیکڑوں قدیم ونایاب تاریخوں کے ہزاروں ورق الٹنے پڑے اور جہاں تک دسترس تھی اصلی مآخذ کی چھان بین میں یورپ کا تاریخی سرمایہ بھی بچنے نہیں پایا۔غرض کہ معلومات کا جو ذخیرہ جمع کیا گیا ہے،وہ میرے خیال میں تاریخ فاروقی کے مہمات مسائل ہیں، جن کی نسبت یہ عام دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ کسی زبان میں اس قدر مواد یکجا نہیں مل سکتا۔''

(افادات مہدی ص ۴۵)

شعرالعجم

''شعرالعجم تنقید عالیہ (ہائی کرٹسزم) کا بہتر سے بہتر نمونہ ہے،جس پر دنیا کی کوئی بھی زبان ناز کرسکتی ہے۔...... یہ صرف اردو لٹریچر میں نہیں بلکہ مشرق کی کسی زبان میں اس پایہ کی تصنیف موجود نہیں ہے۔...... یہ دنیا کی سب سے شیریں زبان کے جذباتی لٹریچر کا ایک مرقع ہے۔'' (افادات مہدی ص ۲۷۵-۲۷۶)

شعرالعجم

''شعرالعجم دیکھی نہیں آنکھوں سے لگائی۔اگلے پچھلے بہتیرے نکتے یاد آ گئے اور صدمہ ہوا کہ یہ نعمت ہمیشہ کے لئے چھن گئی۔صوفیانہ شاعری کی نزاکتیں جس نفاست سے دکھائی گئی ہیں ان سے بہت متاثر ہوا۔میں تصوف متعارف سے زیادہ گھبراتا ہوں،لیکن مولانا کے انتقادات پڑھنے کے بعد ایک دز دیدہ اور خاموش اثر دل میں پاتا ہوں،جس سے قوت انحراف قریب قریب زیر ہو چکی ہے۔اخلاقی شاعری میں زیادہ پھیل نہ سکے کہ مواد بہت کچھ تصوف کی

نذر ہو چکا تھا۔عشقیہ شاعری میں تو دریا بہایا ہے، وہ بھی موتیوں کا۔ بے اختیار جی چاہتا ہے کچھ لکھ ڈالوں۔‘‘(مشاہیر کے خطوط،ص:۴۶)

اردو مطائبات

’’اردو میں ان کے مطائبات نظم کو جو جدید پیداوار ہیں، ان کے سلسلہ کمالات سے علاحدہ کر کے دیکھئے، جن میں لطائف ادبی کوٹ کوٹ کر بھرے ہیں۔ یہ رنگ بھی انہی کا حصہ ہے۔شوخی کے ساتھ سنجیدگی، یہ معلوم ہوتا ہے دور سے زبان کی بلائیں لے رہی ہیں۔‘‘

(افادات مہدی ص ۴۴۰)

شبلی اور اردو

جن صاحبوں کو میری طرح شبلی کے دل و دماغ کے نتائج سے تعلق رہا ہے وہ ان مضامین میں وہ ایک خاص بات دیکھیں گے کہ یعنی طرز ادا (اسٹائل) اس قدر اچھوتا اور صاف ہے کہ بڑے سے بڑا فصیح البیان بھی اس قسم کے دقیق مسائل کو ایسی برجستگی اور لطافت کے ساتھ ادا نہیں کر سکتا۔

غالب زندہ ہوتے تو شبلی کو اپنی اردوئے خاصہ کی داد ملتی جس نے ایک نوخیز بازاری یعنی کل کی چھوکری کو جس پر انگلیاں اٹھتی تھیں آج اس لائق کر دیا کہ وہ اپنی بڑی بوڑھیوں اور ثقہ بہنوں یعنی دنیا کی علمی زبانوں سے آنکھیں ملا سکتی ہے۔‘‘(افادات شبلی،ص:۱۰۴)

ایسا جامع حیثیات مصنف اب پیدا نہیں ہوگا

وہ ایک ہی وقت میں اعلیٰ درجہ کے مورخ، اعلیٰ درجہ کے ناثر، اعلیٰ درجہ کے شاعر، غرض مشرقی زبانوں میں مختلف اصناف سخن کے پورے مالک تھے۔اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ یورپ کے مستشرقین کی طرح ان کا معیار تصنیف اتنا بلند تھا کہ میرا خیال ہے کہ سیکڑوں برس بعد

ان کی تصنیفات ٹکسال باہر نہیں ہوں گی۔ایسا جامع حیثیات مصنف غالباً اب پیدا نہیں ہوگا۔‘‘ (شبلی شناسی کے اولین نقوش،ص:۸۱)

صفدر مرزا پوری

[۱۸۷۰-۱۹۳۰ء]

فخرِ اعظم گڑھ

’’شمس العلما علامہ شبلی نعمانی وہ باکمال بزرگ گذرے ہیں جن کے تعارف کی چنداں ضرورت نہیں۔جس کی شاہد عینی آپ کی تصانیف وتالیف ہیں۔فن تاریخ دانی میں ہندوستان میں تو کیا یورپ میں بھی آپ کا جواب نہ نکلے گا۔آپ کے کمال پر آپ کے وطن اعظم گڑھ کو جس قدر بھی فخر ہو کم ہے۔‘‘ (مرقع ادب،دوم،ص:۶)

بابائے اردو مولوی عبدالحق

[۱۸۷۰-۱۹۶۱ء]

جی خوش ہوجاتا

’’کالج میں تمام پروفیسر سوائے عربی،فارسی،سنسکرت اور ریاضی کے انگریز تھے۔ فارسی عربی کے پروفیسر مولانا شبلی اور مولانا عباس حسین تھے،ریاضی کے بابو مکرجی۔مولانا شبلی شاعر،ادیب اور مورخ تھے۔ان کی جماعت میں بیٹھ کر جی خوش ہوجاتا تھا۔وہ موقع موقع سے ادبی نکات اور اساتذہ کے اشعار اور لطائف یا تاریخی واقعات اس طرح بیان کرتے تھے کہ درس کا حق ادا ہوجاتا تھا۔............ جب میں مڈل میں پڑھتا تھا تو میں نے نجی طور پر عربی پڑھی تھی۔علی گڑھ آکر میں نے دوسری زبان فارسی لی۔یہ میری خوش قسمتی تھی کہ میں نے فارسی لی،اس کی بدولت مجھے شبلی جیسے استاذ ملے۔‘‘ (بحوالہ ماہنامہ ادیب (شبلی نمبر) ص:۱۴-۱۵)

لونی

''مولانا شبلی کی تصانیف کو ابھی سے لونی لگنی شروع ہوگئی ہے، زمانہ کے ہاتھوں کوئی نہیں بچ سکا، وہ بہت سخت مزاج ہے، مگر آخری انصاف اسی کے ہاتھ میں ہے، ان کی بعض کتابیں ابھی سے لوگ بھولتے جاتے ہیں اور کچھ مدت کے بعد وہ صرف کتاب خانوں میں نظر آئیں گی۔'' (مولوی عبدالحق، مقدمہ خطوط شبلی، ص:۲۶)

انجمن ترقی اردو

''یہ شعبہ جنوری ۱۹۰۳ء کو بمقام دہلی آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے غیر معمولی اجلاس میں قائم ہوا۔ اور شمس العلما مولانا شبلی صاحب اس کے آنریری سکریٹری قرار پائے۔ اس شعبہ کے قائم کرنے کا اصل مقصد یہ تھا کہ اردو زبان کو مشرقی و مغربی علوم سے بذریعہ ترجمہ یا تالیف و تصنیف مالا مال کر دیا جائے۔ اس شعبہ کی خوش قسمتی تھی کہ اسے شمس العلما مولانا شبلی جیسا فاضل سکریٹری ملا۔ اور اس میں کچھ شبہ نہیں کہ مولانا نے نہایت سرگرمی جوش اور خوش اسلوبی سے اس فرض کو انجام دیا، جس سے ملک میں انجمن ترقی اردو کے متعلق بڑی بڑی توقعات قائم ہوگئیں۔'' (ماہنامہ الناظر لکھنو۔ فروری ۱۹۱۴ء، ص:۶۷)

روشن خیال عالم وادیب

''مولانا ایک نہایت روشن خیال عالم اور اعلیٰ درجہ کے ادیب تھے۔ ان کی تمام عمر علمی مشاغل میں صرف ہوئی اور مرتے دم تک اسی دھن میں رہے۔ انجمن سے انہیں خاص تعلق تھا۔ اس انجمن کے پہلے سکریٹری وہی تھے۔ انہوں نے ہی اس کے قواعد وضوابط مرتب کئے۔ اور اس کی بنیاد قائم کی۔ اردو زبان پر ان کے بڑے احسانات ہیں۔ خاص کر اسلامی تاریخ میں جو تحقیق و تنقید مولانا نے فرمائی اور اس کا صحیح ذوق ملک میں پھیلایا وہ کسی شرح اور تفصیل کا محتاج نہیں اور اگر چہ مرحوم اب ہم میں نہیں ہیں، لیکن جب تک اردو زبان قایم ہے وہ ہمیشہ زندہ

رہیں گے۔'' (رپورٹ آل انڈیا محمڈن اینگلو اورینٹل ایجوکیشنل کانفرنس ۱۹۱۴ء ص ۱۵۵-۱۵۶)

نظامی بدایونی

[۱۸۷۲-۱۹۴۷ء]

ہندوستان کے محمد عبدہ

مولانا شبلی کی نسبت زیادہ کہنا فضول ہے، صرف یہ کہنا کافی ہے کہ وہ ہندوستان کے محمد عبدہ ہیں۔ علوم دینی سے واقف، فلسفہ جدیدہ سے بھی آگاہ، علوم و مذہب و فطرت اسلام کے اتحاد پر یقین رکھنے والے، کورانہ تقلید سے پاک، رسموں کی پابندی سے آزاد، تعصّبات کے دشمن، اصلاح کے حامی، اوران عیوب سے بری ہیں جو اکثر علمائے زمانہ میں پائے جاتے ہیں۔''

(شبلی شناسی کے اولین نقوش، ص:۲۹۱)

سید جالب دہلوی

[۱۸۷۴-۱۹۳۰ء]

مولانا اور مولوی

''اسی مکان میں سب سے پہلے ''مولانا شبلی صاحب'' کا نام میرے کانوں میں پڑا تھا اور بعد ازاں کچھ لوگوں کو انہیں ''مولوی شبلی'' کہتے بھی سنا تھا۔ مولانا اور مولوی کا یہ فرق اس وقت تو میری سمجھ میں نہ آیا، مگر کچھ عرصہ بعد جب میں نے ہوش سنبھالا تو اس کا پتہ لگا کہ جو لوگ ''مولوی شبلی'' کہتے تھے ان کے دلوں میں یہ شبہہ تھا کہ مولانائے مغفور نہ صرف سرسید کے ہم خیال ہیں بلکہ ''تہذیب الاخلاق'' میں مذہبی امور پر سرسید جو کچھ لکھتے ہیں اس میں مذہبی کتب کے حوالے علامہ شبلی مغفور ان کو تلاش کر کے دیتے ہیں، حالانکہ اس واقعہ کی کوئی اصلیت نہیں تھی مگر سرسید مرحوم کے دہلی کے اکثر اعزہ و احباب اسی غلط فہمی میں مبتلا تھے اور مولانا شبلی مرحوم سے ناحق بدگمانی رکھتے تھے۔'' (ماہنامہ خضر راہ، لکھنو، (شبلی نمبر)، ص:۱۰)

شیخ عبداللہ

[۱۸۷۴-۱۹۶۵ء]

لٹریچر میں اضافہ

شمس العلما مولانا شبلی نے اسلامی تاریخ کے لٹریچر میں اس قدر زبردست اضافہ کیا کہ اور کسی ہندوستانی مصنف نے اس قدر اضافہ نہیں کیا ہے۔مولانا مرحوم مغفور کی سیرت اور الفاروق اور المامون کے حالات، کتب خانہ اسکندریہ بہت مقبول تصنیفات ہیں۔

(مشاہدات وتاثرات ص۶-۷)

صف اول میں

''تیسرے مولانا شبلی صاحب تھے جنہوں نے متعدد کتابیں اردو زبان میں بڑی تحقیقات اور انتظام سے لکھی ہیں۔ان میں سب سے بڑی کتاب سیرت ہے،یعنی آنحضرتؐ ''بانی مذہب اسلام'' کی سیرت پر جو انہوں نے کتاب لکھی وہ علی گڑھ سے جانے کے بعد لکھی۔ جہاں تک مجھ کو یاد ہے وہ فقط دو جلد لکھ پائے تھے کہ دنیا سے رخصت ہو گئے۔

....

مولانا شبلی مرحوم نے اور بھی اچھی اچھی کتابیں لکھیں لیکن وہ سب عرب کی تاریخ سے تعلق رکھتی ہیں۔ہندوستان کے واقعات کے متعلق چھوٹے چھوٹے مضامین ہمیشہ لکھتے رہتے تھے۔''الفاروق'' ان کی بہت مستند ہے۔مولانا شبلی مرحوم کی تصنیفات دیکھنے کے بعد ہم کہہ سکتے ہیں کہ علی گڑھ نے سرسید علیہ الرحمہ کے بعد ایک ایسا مصنف پیدا کیا تھا جن کا شمار مصنّفین کے گروہ میں صف اول میں رکھنے کے قابل ہے۔''

(مشاہدات وتاثرات،ص:۲۵-۲۶)

مولانا حسرت موہانی

[۱۸۷۵-۱۹۵۱ء]

نیا باب

’’علامہ شبلی کے نتائج افکار زیادہ تر فارسی زبان میں ہیں، لیکن آخر عمر میں سیاسی و اخلاقی بحث پر ان کے جو چند قطعات نقاد، کشاف اور وصاف کے نام سے الہلال میں چھپے ہیں، ان سے اردو ادب کی کتاب میں گویا ایک نئے باب کا اضافہ ہوگیا ہے۔ لاریب پختگی کلام، برجستگی مضمون، آزادی خیال، ندرت بیان اور نو طرز، غرض کہ ہر حیثیت سے یہ قطعی اپنا آپ جواب ہیں اور کچھ عجب نہیں کہ غالب کے اردو کلام کے مانند رفتہ رفتہ شبلی کی بھی اردو شاعری ان کی فارسی شاعری پر غالب آجائے۔ لٹریچر کے مانند مذہب اور پالیٹکس میں بھی مرحوم کا مذاق نہایت صحیح واقع ہوا تھا۔ جس کی جھلک ان کی ہر سیاسی اور اخلاقی نظم میں پائی جاتی ہے۔‘‘

(تذکرۃ الشعرا، ص ۵۹۴-۵۹۵)

بے مثل و بے نظیر

’’سخن فہمی اور سخن سنجی دونوں کے لحاظ سے علامہ شبلی کی ذات بلا مبالغہ بے مثل اور بے نظیر تھی۔ لاریب اس وقت ہندوستان کا کوئی شاعر شاعری کا صحیح مذاق رکھنے کے اعتبار سے علامہ شبلی سے برتر بلکہ ان کے برابر ہونے کا دعویٰ نہیں کرسکتا۔ فارسی اور اردو کے لاتعداد اشعار آپ کو یاد تھے، جن کی خوبی کا سرٹی فکیٹ یہ تھا کہ شبلی نے ان کو یاد رکھنے کے قابل سمجھا۔ ارباب بینش کو آپ کی سخن فہمی کے حیرت انگیز کرشمے موازنہ انیس و دبیر اور شعر العجم کے صفحوں میں اب بھی نظر آسکتے ہیں۔‘‘

(تذکرۃ الشعرا، ص: ۵۹۸)

مولانا عبداللہ عمادی

[۱۸۷۸-۱۹۵۷ء]

سب زندہ تھے۔

فرشتہ قضا نے ہم سے اسلام کی عظمت چھین لی، مگر ہم بے دل نہ ہوئے۔ اس لئے کہ ہم میں اس کی یاد تازہ رکھنے کے لئے شبلی موجود تھا۔ قرآن کی حکومت چھین لی، مگر ہم کو تشویش نہ ہوئی، اس لئے کہ اس کا خضر طریقت شبلی موجود تھا۔ فاروق اعظم کی سطوت چھین لی مگر ہم پر بے دلی نہ چھائی اس لئے کہ الفاروق کا سکہ بٹھانے والا شبلی موجود تھا۔ مامون عباسی کی علمی برکتیں چھین لیں مگر ہم مضطر نہ ہوئے اس لئے کہ المامون کا مصنف شبلی موجود تھا۔ امام اعظم ابوحنیفہ نعمان کوفی کا علم وفضل چھین لیا گیا، مگر ہم ناامید نہ ہوئے کہ سیرۃ النعمان کا صورت گر شبلی موجود تھا۔ امام غزالی کے برکات وفضائل چھین لئے گئے مگر ہم وقف یاس نہ ہوئے، اس لئے کہ الغزالی کے زمانے کا تعارف کرانے والا شبلی موجود تھا۔ مولوی روم کا فلسفہ چھین لیا مگر ہم پر اضطرار طاری نہ ہوا، اس لئے کہ فلسفے کا سوانح نویس شبلی موجود تھا۔ علمائے اسلام کا ہم کلام چھین لیا گیا، مگر ہماری ہمت نہ ٹوٹی، اس لئے کہ الکلام کا شارع حقیقت شبلی موجود تھا۔ شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کی جاہ وجلالت چھن گئی، مگر ہم بے حوصلہ نہ ہوئے، اس لئے کہ اس کے آثار ووقار بتانے کو شبلی موجود تھا۔ خلافت امویہ کا تمدن چھن گیا، مگر ہم نے جزع فزع نہ کیا اس لئے کہ الانتقاد کا بدائع نگار شبلی موجود تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فیض مجسم ورحمت عام زندگی پر اعتراضات ہو رہے تھے مگر ہم نے اعتنا نہ کی اس لئے کہ سیرت نبویؐ لکھنے کے لئے شبلی کا قلم موجود تھا۔ انیس ودبیر کی ادبی قابلیت ہم سے چھن گئی مگر ہم پر اثر نہ پڑا، اس لئے کہ ان کی قابلیت کا موازنہ کرنے والا شبلی ہم میں موجود تھا۔ بایزید کی روشن ضمیری ہم سے چھن گئی مگر ہم نے محسوس نہ کیا اس لئے کہ شبلی ہم میں موجود تھا۔ اس وقت نہ صرف شبلی کے ماتم دار اس کے فضائل کے ماتم دار نہیں بلکہ اسلام کے سوگوار ہیں۔ علوم عرب کے سوگوار ہیں، غزالی ورازی کے سوگوار ہیں۔ اس لئے کہ

شبلی کی وجہ سے یہ سب زندہ تھے اور خدا کرے اب بھی کوئی دوسرا شبلی اٹھے کہ ان سب کی حیات جاوید کو صدمہ نہ پہنچنے پائے۔'' (شبلی شناسی کے اولین نقوش، ص:۱۴۱-۱۴۲)

۔سید احمد مرتضیٰ نظر

[۱۸۷۸-۱۹۴۲ء]

فلسفہ اور درایت

''مورخین اردو میں سب سے پہلے ہندوستان کے مشہور ادیب و مورخ علامہ شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ کو فلسفہ کی نگاہ سے دیکھ کر درایت اور تنقید کا راستہ نکالا جس کی تقلید کو خواص اہل قلم نے اپنا شعار بنایا۔'' (تاریخ صولت شہر شاہی ص ٦)

مشیر حسین علوی

[۱۸۷۸-۱۹۳۷ء]

شخصیت

''خاتم المورخین شبلی دنیائے ادب میں کسی رسمی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ ہندوستان ہی میں نہیں بلاد اسلامیہ، بلاد نصاریٰ اور دیگر متمدن اور جنوب ممالک میں بھی شبلی کا نام زندہ ہے اور زندہ رہے گا۔ خدا کا شکر یہ ہے کہ لکھنؤ کی نوجوان جماعت نے آئندہ آنے والی نسلوں کی ہدایت کے لئے اپنے رسالہ کے شبلی نمبر نکالنے کا ارادہ کیا ہے۔ خدا کرے ان نوجوان ادبا کی یہ سعی مشکور ہو اور آئندہ نسلوں کے لئے ان کی یہ ادبی کوششیں خضر راہ ثابت ہوں۔ شبلی ایک ایسی ہمہ گیر اور جامع ہستی کا نام تھا کہ اس کے متعلق کچھ بھی لکھنا صرف مشکل ہی نہیں بلکہ ایک حد تک ناممکن ہے۔ شبلی علی گڑھ کا پروفیسر تھا، دارالعلوم ندوہ کا بانی تھا، شمس العلماء تھا، شاعر تھا، مولوی تھا، رند تھا، مصنف تھا، مؤلف تھا اور سب سے بڑی بات انسان تھا۔''

(خضر راہ، شبلی نمبر، ص ۱۷۳)

مولانا محمد علی جوہر

[۱۸۷۸-۱۹۳۱ء]

روشن نشان

''اس عام گھپ اندھیرے کے باوجود علی گڑھ میں ایک روشن نشان بھی تھا جس کا ذکر میں یہاں نظر انداز نہیں کر سکتا۔ یہ ایک غیر معمولی خوبیوں اور بالکل نئے ادبی نقطے نظر کے مالک کالج کے پروفیسر تھے، جنہیں سر سید احمد خاں کالج میں کھینچ لانے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ موصوف کا اسم گرامی شبلی نعمانی تھا۔ آپ عربی و فارسی کے پروفیسر تھے۔ نیز شاعری اور تاریخ اسلام سے انہیں بے حد لگن تھی۔ آپ علی گڑھ میں فارسی اور عربی پر روزانہ جو عام لکچر دیا کرتے تھے وہ بڑے جاذب توجہ ہوتے تھے۔''

(مولانا محمد علی جوہر بحیثیت تاریخ.... ص ۷۷-۷۸)

خواجہ حسن نظامی

[۱۸۷۸-۱۹۵۶ء]

چوپاٹی کا حسن

''بمبئی میں ایک دن ملا۔ شگفتہ مزاجی کی بے تکلفانہ گفتگو تھی۔ میں نے کہا چوپاٹی کے حسن کو آپ نے کلام میں بقائے دوام دے کر برج خاموش کو شاکی بنا دیا ہے۔ فرمانے لگے کیوں کر، میں نے کہا پارسی مرتے ہیں تو برج خاموش میں رکھ دئے جاتے ہیں۔ عارضی زندگی کی بہار چوپاٹی پر دیکھ کر آپ نے غزلیں لکھ دیں۔ اب برج خاموش کو شکوہ ہے کہ جہاں یہ حسین دوامی عمر بسر کرنے جاتے ہیں مولانا نے اس کا ذکر کچھ نہ کیا۔ مسکرا کر فرمایا یہ آپ کے لئے چھوڑ دیا۔

میں بولا تو حسن آخرت کے آپ قائل نہیں۔ فرمایا یہ حسن آخرت ہی کے لئے حیات متحرک کے حسن کا قائل ہوں۔ آخرت نہ ہوا اور اس کو دوام نہ ہو تو جینے اور چند روزہ بہار کی اتنی

زیادہ ہوس نہ ہو۔ میں نے کہا مجھے تو حسن دیکھ کر مرنے کا خیال آتا ہے اور اس سے جی عجب لطف اٹھاتا ہے۔فرمایا مجھے آپ کی حالت پر ترس آتا ہے۔(کم ٹو موت ،ص ۱۱۵)

آپ تو اعراف میں ہیں

مدراس کے سفر میں ایک دفعہ ساتھ ہوا۔ وہ (علامہ شبلی) سیکنڈ میں تھے اور میں تھرڈ میں۔مسافروں کی شدت ہوئی تو انہوں نے نوکروں کے درجہ میں بیٹھ جانے کی صلاح دی۔ میں بیٹھ گیا۔سیکنڈ اور نوکر خانہ کی درمیانی دیوار میں ایک کھڑکی تھی۔مولانا نے کچھ مٹھائی کھڑکی میں سے ہاتھ نکال کر مجھ کو دی۔ میں نے ہنس کر کہا جنت والوں پر دوزخیوں کو کچھ دینا حرام ہے، بولے آپ تو اعراف میں ہیں۔گاڑی مدراس پہونچی تو استقبال کرنے والوں کا ہجوم تھا۔ میں نے مولانا کے کان میں کہا۔ کہہ دوں مولانا تھرڈ میں آئے ہیں اور میں سیکنڈ میں۔فرمایا کہہ دو عاقبت دونوں کی ایک ہے، یہ تو دنیا کی منزل تھی طے ہوگئی۔آخرت آ گئی تو دنیاوی تھرڈ و سیکنڈ کے امتیاز اٹھ گئے۔'' (کم ٹو موت ص ۱۱۵)

دبی ہوئی شوخیاں

''علامہ شبلی مورخ تھے۔مبالغہ کی رنگینی سے ان کا قلم محفوظ تھا، تاہم سادہ نگاری میں بھی ایسی دبی ہوئی شوخیاں لکھ جاتے تھے کہ انسان گھنٹوں مزے لیا کرے۔''

(اتالیق خطوط نویسی ص ۴۱)

مقتدیٰ خاں شروانی

[۱۸۸۰-۱۹۶۸ء]

اسکات المعتدی کی شہرت

''اس (ابتدائی) زمانہ کے ایک رسالہ نے جو عربی زبان میں اسکات المعتدی کے

نام سے تھا، عربی بولنے والے ممالک میں اتنی شہرت حاصل کی تھی کہ جو سالہا سال بعد مولانا نے روم ومصر وشام کا سفر کیا تو وہاں ان کی شہرت ''اسکات المعتدی'' کی راہ سے بہت پہلے سے پہنچی ہوئی تھی۔ وہاں ان کی عزت اہل دنیا میں علی گڑھ اور اہل علم میں 'اسکات المعتدی' کے ذریعہ ہوئی۔'' (البصیر، اسلامیہ کالج چنیوٹ (شبلی نمبر) ص:۱۵۱)

سید محمد تقی فخر داعی گیلانی

[۱۸۸۱-۱۹۶۴ء]

ناموراديب

''شبلی ہندوستان کے قرن حاضر کے نامور ادیب ہیں جو عصری علوم اجتماعی پر جامع تحریروں کے باعث تمام متمدن دنیا میں معروف ہیں۔ خاص طور پر مصر اور بیروت کی مطبوعات میں ان کا بڑی شان سے ذکر ملتا ہے۔ تاریخی، مذہبی اور ادبی مباحث پر مشتمل ان کی تصانیف سے استناد کیا جاتا ہے، حتیٰ کہ پروفیسر ایڈورڈ براؤن انگلستانی نے بھی متعدد مقامات پر ان کے کلمات سے استشہاد کیا ہے۔'' (بازیافت ۲۷، جولائی تا دسمبر ۲۰۱۵ء، ص ۱۱)

سوانح مولانا روم

شبلی نے کتاب مذکور میں گہرے مسائل ومباحث کو اس قدر سادہ اور روشن اسلوب میں حل کر دیا ہے اور اس مہارت سے کہ گویا ہر بھید سے پردہ اٹھا دیا ہے۔ ان حقائق ومعارف کو اس قدر شیریں، جالب اور جاذب اسلوب میں سمو دیا ہے کہ میرا قلم اس کے بیان سے عاجز ہے۔ انہوں نے حیات رومی کا ایک ایسا دروازہ کھول دیا اور گویا ایسے علمی رازوں کو فاش کر دیا جو اب تک ہماری نظروں سے اوجھل تھے۔ اس خدمت پر شبلی درحقیقت ہمارے سپاس وقدر دانی کے مستحق ٹھہرتے ہیں۔ (بازیافت ۲۷[شبلی نمبر]، لاہور جولائی دسمبر ۲۰۱۵ء، ص ۱۰)

بہترین مصاحب

کتاب خوانی اور لکھنے پڑھنے سے عشق تھا۔کتاب ان کی بہترین مصاحب تھی اور اس کی لذت کو ہرلذت پر ترجیح دیتے تھے۔ان کی تحریروں پر جوایرادات اوراعتراضات ہوئے اور ہوتے رہے،ان کا کبھی جواب نہ دیا۔بعض مواقع پران کے شاگرداورعقیدت مندان کے حضور میں تشویش کا اظہار کرتے اور جواب لکھنے کی فرمائش کرتے تو فرماتے جووقت اس کام میں صرف کروں گا بہتر نہ ہوگا کہ اسے کسی نئے اور مفید علمی کام میں صرف کروں۔(ایضاً،ص۱۴)

شعرالعجم

''اگرچہ فارسی شاعری تنہا دنیا کی شاعری کے مقابل کھڑی کی جاسکتی ہے،مگر یہ کہ اس شاعری کا آغاز کب ہوا۔؟اس کے ظہور کے علل واسباب کیا تھے۔؟اس نے ارتقا کے مرحلے کیسے طے کئے۔؟اس میں مرور وقت کے ساتھ پیدا ہونے والے تغیرات کیا تھے۔؟اور سماجی حالات وواقعات نے اس کو کس طرح متاثر کیا۔؟یاقوم کی سیاسی وسماجی صورت حال پر اس کا کیا اثر ہوا۔؟ان امور کے حوالے سے مسلم زبانوں میں کوئی کتاب تصنیف نہیں کی گئی۔شبلی نے شعرالعجم کی چوتھی جلد میں ان امور کا مفصل اور تازہ جواب مہیا کیا ہے۔''(ایضاً،ص:۱۶)

کتاب خانہ اسکندریہ

''شبلی نے چندرسالے مختلف موضوعات پر تصنیف کئے جو''رسائل شبلی'' کے نام سے موسوم ہیں۔انہی میں ایک رسالہ''کتب خانہ اسکندریہ'' ہے،جس میں اسکندریہ کے قدیم کتب خانے کے جلائے جانے کا ذکر ہے اور جس کا ذمہ دار یورپی اقوام میں اب تک مسلمانوں کو ٹھہرایا جاتا ہے۔شبلی اس موضوع کو زیر بحث لائے ہیں اور عصر حاضر کے تحقیقی اصولوں کو بروئے کارلاکر عقلی ونقلی شواہد کی روشنی میں اور خود یورپ لکھنے والوں کے اقوال کی مدد سے ثابت کرتے ہیں کہ یہ عمل خود نصاریٰ کے مذہبی وسیاسی پیشواؤں کا کیا دھرا ہے،.........

میں نے چند سال قبل بڑی دقت نظر سے اسے اردو سے فارسی میں ڈھالا............. اور اس کی تصحیح و تکمیل میں لگا رہا۔'' (بازیافت ۲۷ (شبلی نمبر) لاہور جولائی۔دسمبر ۲۰۱۵ء، ص ۱۱)

شہرت ومقبولیت

''شبلی نعمانی دور حاضر کے ہندوستان کے ایک نامور اہل قلم ہیں۔ وہ اپنے تاریخی، فلسفیانہ، نیز ادبی کمالات کی وجہ سے تمام ممالک بالخصوص ترکی، شام، مصر، حجاز اور افغانستان میں اہل علم میں معروف ہیں۔'' (شعرالعجم یا ادبیات منظوم ایران ج ۲ مقدمہ مترجم)

اگر ایران دیدیا جائے؟

''اگرچہ ان کی عمر اس وقت کوئی زیادہ نہیں تھی لیکن تحریر ومطالعہ کی کثرت کے باعث شکستہ اور بوڑھے دکھائی دیتے تھے۔تاہم ان کی روحانی نشاط حیرت انگیز تھی۔ظرافت اور لطف بیان میں بےنظیر تھے۔شاعری سے گہرا لگاؤ تھا۔ان کے وجود کو اچھا شعر ہر شے سے زیادہ متاثر کرتا تھا۔مجھے یاد آتا ہے کہ ایک دن اثنائے ملاقات میں حافظ کے یہ شعر پڑھے:

مشکل خویش بر پیر مغاں بردم دوش
کو بہ تائید نظر حل معما می کرد!

دیدمش خرم و خنداں قدح بادہ بدست
وندر آں آئینہ صد گونہ تماشا می کرد!

گفتم ایں جام جہاں بیں بتو کے داد حکیم
گفت آں روز کہ ایں گنبد مینا می کرد!

میں نے دیکھا کہ ان پر وجد کی حالت طاری ہوگئی اور وہ اس کیفیت میں جھوم رہے

تھے۔ پھر تبسم کیا اور فرمایا اگر مجھے پورا ایران بھی دیدیا جائے تو مجھے وہ مسرت اور کیف حاصل نہ ہوگا جوان تین شعروں سے حاصل ہوتا ہے۔'' (بازیافت ۲۷ (شبلی نمبر) دسمبر ۲۰۱۵ء ص ۱۵)

سر سید رضا علی

[۱۸۸۲-۱۹۴۹ء]

ادبی بدعت

''مولوی شبلی ایسے زبردست ادیب اور ناقد سخن تھے اور میں ان کی جامعیت سے اس درجہ متاثر ہوں کہ جو فیصلہ (انیس و دبیر سے متعلق) انہوں نے کیا ہے کہ اس کی صحت کے تسلیم نہ کرنے والوں کو ادبی بدعت سمجھتا ہوں۔'' (اعمال نامہ، ص: ۵۰)

مولوی محمد شفیع

[۱۸۸۳-۱۹۶۳ء]

میخانہ

''خدا جزائے خیر دے مولانا شبلی مرحوم کو کہ انہوں نے غالباً سب سے پہلے شعر العجم کی پہلی جلد میں میخانہ کی طرف لوگوں کو توجہ دلائی، اور خواجہ حافظ اور طالب آملی کا ترجمہ لکھتے وقت اس سے مدد بھی لی۔ شعر العجم کے توسط سے ہی مرحوم پروفیسر براؤن نے میخانہ کے بعض مضامین پر اطلاع حاصل کی۔'' (میخانہ، ص: ب، عطر کپور اینڈ سنز پبلشرز لاہور، ۱۹۲۶)

مولانا عبدالسلام ندوی

[۱۸۸۳-۱۹۵۶ء]

اسلوب بیان

''اردو زبان میں سلاست و روانی کی ابتدا اگر چہ سر سید نے کی اور ان کے عہد کے ممتاز

مصنّفین مثلاً مولانا حالی، مولوی محمد حسین آزاد، مولانا نذیر احمد اور نواب محسن الملک نے اس آب رواں میں کشتیاں چلائیں لیکن جب ان بزرگوں کے طرز تحریر کا مقابلہ مولانا (شبلی) کے طرز تحریر سے کیا جاتا ہے تو مولانا کے صریر قلم سے یہ صدا آتی ہے:

موج در موج شکستم چو بہ عماں رفتم

مولانا نے ہر قسم کے موضوع پر قلم اٹھایا ہے، انہوں نے بزرگان اسلام کے حالات لکھے ہیں۔ انہوں نے خلفاء وسلاطین کی سوانح عمریاں لکھی ہیں۔ انہوں نے علم کلام کے دقیق مسائل کی تشریح کی ہے۔ انہوں نے شعرا کے حالات قلم بند کئے ہیں۔ انہوں نے شعرا کے کلام پر ریویو اور ان کا باہمی موازنہ کیا ہے۔ انہوں نے یونانی منطق کی غلطیاں نکالی ہیں۔ انہوں نے ترجمے کئے ہیں۔ انہوں نے قومی، ملکی، سیاسی، غرض ہر قسم کے مضامین لکھے ہیں اور سب سے آخر میں اس مقدس زندگی کو اپنا موضوع قرار دیا، جہاں ایک مطلق العنان شاعر بھی مرعوب ہو کر پکار اٹھتا ہے:

آہستہ کہ رہ بردم تیغ است قلم را

لیکن بایں ہمہ اختلاف وتنوع عبارت کی روانی میں کہیں فرق نہیں آنے پایا ہے۔ روانی اور بزرگوں کی تحریر میں بھی موجود ہے، لیکن برجستگی ایک ایسا وصف ہے جو روانی عبارت کی آخری حد ہے اور وہ مولانا کے سوا کسی بزرگ کی تحریر میں نہیں پایا جاتا۔''

(ماہنامہ ادیب، علی گڑھ (شبلی نمبر) ص ۱۸۶)

اولیت

''اردو زبان میں جدید طرز پر علوم اسلامیہ کی تاریخ کا خاکہ سب سے پہلے علامہ شبلی مرحوم نے قائم کیا اور علم کلام کی تاریخ میں علم الکلام کے نام سے ایک مستقل کتاب لکھی اور چار پانچ جلدوں میں فارسی شاعری کی ایک مبسوط تاریخ مدون کی۔ اس کے بعد اگرچہ سیرت نبویؐ کی تالیف نے ان کو اس سلسلہ کی طرف متوجہ ہونے کا موقع نہیں دیا، تاہم وہ علوم اسلامیہ کی

تاریخ کی تکمیل کا بار بار ذکر کرتے رہتے تھے اور اس کو اردو زبان کے لئے ایک جدید تاریخی موضوع خیال کرتے تھے۔ اگر وہ اپنی زندگی میں سیرت نبویؐ کی تکمیل سے فارغ ہو سکتے تو بہت ممکن تھا کہ اس دلچسپ موضوع کی طرف دوبارہ متوجہ ہوتے، لیکن افسوس ہے کہ زندگی نے ان کو سیرت نبویؐ کے مکمل کرنے کا موقع نہیں دیا، پھر اور سلسلوں کی تکمیل تو ایک عالم خیال کی چیز تھی تاہم جب ان کی یادگار میں دارالمصنّفین قائم کیا گیا تو اس کا خاص طور پر خیال رکھا گیا کہ یہ انتساب تیمناً وتبرکاً نہ ہو بلکہ اس کو حقیقی طور پر ان کے نام کے زندہ رکھنے کا ذریعہ بنایا جائے، اس لئے ابتدا ہی سے یہ لحاظ رکھا گیا کہ سیرت نبویؐ کے علاوہ ان کے دماغ نے اور جن تاریخی سلسلوں کا خاکہ قائم کیا تھا ان کی تکمیل کی جائے، چنانچہ آج تک دارالمصنّفین سے جو تاریخی اور مذہبی کتابیں شائع ہوئیں ہیں ان میں تقریباً اکثر ان ہی سلسلوں سے تعلق رکھتی ہیں اور تاریخ فقہ اسلامی بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔'' (تاریخ فقہ اسلامی، دیباچہ، ص:۱۲-۱۳)

ملکہ خطابت

''مولانا شبلی نعمانی جن اوصاف وخصوصیات کا مجموعہ تھے ان میں ایک خاص خصوصیت یہ تھی کہ ان میں زورِ تحریر کے ساتھ قوت تقریر کا خداداد ملکہ بھی پایا جاتا تھا۔

خوش قسمتی سے تقریر وزور بیان کے لئے جس قدر لوازم واوصاف ضروری ہیں وہ سب ان میں قدرتی طور پر موجود تھے۔ قد بلند وبالا تھا، اس لئے جب اسٹیج پر تقریر کرنے کے لئے کھڑے ہوتے تھے تو ہر شخص کے سامنے ظاہری حیثیت سے بھی ایک نمایاں شخصیت آجاتی تھی۔ آواز بلند اور گونجنے والی تھی اور اول سے آخر تک یکساں حالت میں قائم رہتی تھی۔ مزاج میں نہایت اشتغال اور جوش وخروش پایا جاتا تھا، اس لئے ان کی تقریروں میں قدرتی طور پر زور اور جوش پیدا ہو جاتا تھا۔''

(خطبات شبلی، ص:۵-۶)

مجدد اعظم

''اس دور تجدید واصلاح میں ہندوستان کے مجدد اعظم مولانا شبلی مرحوم کو جب مسلمانوں کی ترقی واصلاح کا خیال پیدا ہوا تو انھوں نے اسی تریاق اکبر کو اس درد کا علاج قرار دیا اور ہمیشہ اس فکر میں رہے کہ صحابۂ کرام کے فضائل ومناقب اس ترتیب وجامعیت کے ساتھ لکھے جائیں کہ دنیا کے سامنے معاشرت واخلاق اور عبادات ومعاملات کا بہترین عملی مجموعہ آجائے۔'' (اسوۂ صحابہؓ، ج ا، ص: ۵-۶)

اسوۂ صحابہؓ

''مولانائے مرحوم نے اس کتاب کا جو ذہنی خاکہ قائم کیا تھا اسی کے مطابق کتاب کی ترتیب وتدوین کا سلسلہ جاری ہوا۔'' (اسوۂ صحابہؓ، ج ا، ص: ۵-۷)

تخصص

''علامہ مرحوم نے اخیر میں خاص ایک فن کی تکمیل کے لئے ایک مستقل درجہ تکمیل قائم کیا جو انگریزی کے ایم اے کے برابر ہے۔

انگریزی زبان کی تعلیم لازمی کردی اور اسی کا نتیجہ یہ ہے کہ آج ندوہ کے طلباء میں متعدد اشخاص ہیں جو جدید علوم وفنون میں کافی مہارت رکھتے ہیں اور عام ضروریات کے لئے تو تقریباً تمام طلباء انگریزی جانتے ہیں۔ بایں ہمہ قدیم خیال کے علماء کی مخالفت، سرمایہ کی قلت اور دوسرے عوائق وموانع کی وجہ سے مولانا مرحوم قدیم تعلیم میں جس وسیع پیمانے پر انقلاب پیدا کرنا چاہتے تھے ان کے حوصلہ وہمت کے موافق ان کو ندوہ میں کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ لیکن خوش قسمتی سے ان کو ایک اور موقع ہاتھ آگیا جس میں انہوں نے اس طریقۂ تعلیم ونصاب تعلیم میں اپنے حوصلہ کے مطابق تغیرات کئے یعنی حیدرآباد کے دارالعلوم میں پہلے پنجاب یونیورسٹی کے مشرقی امتحانات کا نصاب درس جاری تھا جو قدیم عربی مدارس کے نصاب درس

سے بھی زیادہ لغو و بے کار تھا، لیکن خوش قسمتی سے خود پنجاب یونیورسٹی نے یہ قاعدہ بنا دیا کہ وہ دوسرے مما لک کے لوگوں کو اپنے امتحانات میں شریک نہیں کر سکتی۔ اس لئے اب یہ خیال پیدا ہوا کہ خود دارالعلوم کا ایک الگ نصاب تعلیم ریاست کی ضروریات کے مطابق تیار کیا جائے۔ چنانچہ نواب عماد الملک بہادر بلگرامی نے جو اس وقت ناظم تعلیمات تھے، ایک سرکاری مراسلہ کے ذریعہ سے مولانائے مرحوم سے اس معاملہ میں اعانت طلب کی اور لکھا کہ ترمیم نصاب میں چند ابواب پیش نظر رکھنے چاہئیں۔

۱۔ اصلاح نصاب موجودہ پنجاب یونیورسٹی بہ لحاظ مقتضائے وقت و زمانہ وضروریات خدمات حکومتی۔

۲۔ تکمیل تحصیل علوم مشرقیہ

چنانچہ اس مراسلہ کی بناء پر مولانائے مرحوم جون ۱۹۰۸ء میں خود حیدرآباد تشریف لے گئے اور وہاں چند روز رہ کر ایک نصاب تیار کیا جس میں خصوصیات ذیل کو پیش نظر رکھا۔

۱۔ صرف وہی کتابیں درس میں رکھیں جن میں تمام مسائل نہایت سادہ صاف اور واضح طریقے سے بیان کئے گئے تھے۔

۲۔ اور جن میں دوسرے علوم کے مسائل مخلوط نہیں کئے گئے تھے۔

۳۔ قرآن مجید کی تعلیم کا حصہ زیادہ وسیع نہیں کیا۔

۴۔ ادب کی کتابیں بہت بڑھا دیں۔

۵۔ عربی تحریر و انشاپردازی کے لئے خاص گھنٹے مقرر کئے۔

۶۔ عقائد و کلام میں متعدد اور بلند پایہ کتابیں نصاب میں رکھیں۔

۷۔ تاریخ اسلام اور عام تاریخ کی کتابیں بھی داخل نصاب کیں۔

۸۔ علوم جدیدہ کی بعض کتابیں جو عربی میں ترجمہ ہوگئیں تھیں نصاب میں شامل کیں

۹۔ انگریزی زبان بطور سیکنڈ لینگویج کے لازمی قرار دی۔

۱۰۔ مدت تعلیم جو پہلے انیس سال تھی اور اسے گھٹا کر چودہ [۱۴] سال کر دیا۔

ندوۃ العلماء اور حیدرآباد کے علاوہ اور مدارس میں بھی نصاب تعلیم کی تبدیلی اور طلباء میں علمی زندگی پیدا کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ اور گوان میں ندوہ کے نصاب تعلیم کی پابندی نہیں کی گئی تاہم ہر ایک نے اپنے اپنے مذاق و مصالح کے موافق قدیم نصاب میں ترمیم و اضافہ کیا اور آج علماء و طلباء میں جو ایک عام حرکت، ایک عام روشن خیالی اور آزادی محسوس ہو رہی ہے وہ اسی تعلیمی انقلاب کا نتیجہ ہے۔ (التربیۃ الاستقلالیہ، ص: ۵۰-۵۳)

مولانا سید سلیمان ندوی

[۱۸۸۴-۱۹۵۳ء]

مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم

''مسلمانوں کے کانوں میں اپنے بزرگوں کے کارناموں کی یہ پہلی آواز آئی، سارے ملک میں اس خطبے (مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم) کی دھوم مچ گئی۔'' (حیات شبلی، ص: ۱۷۱)

عہد جدید کا معلم اول

مولانا (شبلی) کا رنگ ان قدیم علمائے دین کا نہ تھا جن کا پاک مشغلہ صرف خانقاہوں میں رشد و ہدایت اور مدرسوں میں درس و تدریس ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو ایسے بزرگوں کے تذکروں کے لکھنے کا جو پرانا دستور چلا آتا ہے، تذکرہ نگار کو سیدھے راستہ پر چلنے میں کوئی دشواری پیش نہ آتی بلکہ یہ عہد جدید کے سب سے پہلے عالم کی زندگی کے سوانح ہیں جن میں قدیم کے ساتھ ساتھ ایسے جدید رجحانات بھی پہلو بہ پہلو ہیں جو عہد قدیم کی مانوس نگاہوں میں کبھی کبھی کھٹک پیدا کر دیتے ہیں۔ کیوں کہ ان کے عہد میں ایک نئے دور کی بنیاد پڑی، اس لئے وہ قدیم و جدید کے ایک ایسے سنگم بنے جس میں دونوں دریاؤں کے دھارے آکر مل گئے تھے۔ مرج البحرین یلتقیان اور اسی لئے ان کی زندگی کے کارنامے گذشتہ علمائے دین کے کارناموں سے نسبتاً مختلف ہیں۔ وہ ہمارے قدیم اور مذہبی علوم کے عالم بھی تھے اور جدید علوم

کے بہت سے آراوخیالات سے واقف بھی تھے۔قدیم علماء کی صحبت بھی اٹھائی تھی اور جدید تعلیم کے ارکان اور جدید تعلیم یافتوں کی صحبت میں بھی رہے تھے۔ساتھ ہی محقق فن بھی تھے۔ادیب بھی تھے،شاعر بھی تھے،انشاپرداز بھی تھے،خطیب بھی تھے،مورخ بھی تھے،متکلم بھی تھے،مفکر بھی تھے،مصلح بھی تھے، سیاسی بھی تھے، ماہرتعلیم بھی تھے اور نئے زمانہ کے اقتضاآت اور مطالبات کے مقابلہ میں بہت سی باتوں میں انقلابی بھی تھے اور یہ سب گونا گوں رنگ ان کی زندگی کے مرقع میں نمایاں ہیں۔''(حیات شبلی،ص:۳۹،۴۰)

حریف شبلی

مولانا کے حریف تلوار کا صرف ایک ہی وار جانتے تھے۔یا فقیہ ومحدث، یا متکلم وفلسفی تھے، یا فقط انشاپرداز، یا زباں آور خطیب، یا سخن فہم وسخن سنج ،لیکن یہ یگانہ روزگار مجموعہ ہر علم وفن تھا۔جس رستے پر قدم رکھا میدان میں سب سے آگے نظر آیا۔علوم دینی ومشرقی میں جو تبحر ان کو نصیب تھا،اس سے یہ جدید ارکان یکسر خالی تھے۔اور قدیم علما جدید مسائل سے بے خبر تھے۔ تاریخ کا وہ اس بازار میں تنہا جوہری تھا۔فلسفہ وکلام کا وہ امام تھا۔شاعری کا وہ کہنہ مشق استاد تھا۔ انشاپردازی کے پامال کوچے میں بھی اس کی راہ الگ تھی۔ انشاپردازی وزبان آوری دونوں کشوروں میں یکساں صرف اس کا سکہ رواں تھا۔سخن سنجی اس کے طائرکمال کے شہپر تھے۔اس میں دوسری جامعیت یہ تھی کہ وہ صرف دماغ نہ تھا ہاتھ بھی تھا۔قومی تحریکوں کے عواقب پر جہاں اس کی نظر پہنچی ،حریف اس کے دیکھنے سے بھی قاصر تھے۔''

(شبلی شناسی کے اولین نقوش،ص:۲۴۹)

خواب

''سلسلہ سیرت کے بانی حضرت الاستاذ علامہ شبلی نعمانیؒ کو مدت سے خواب میں نہیں دیکھا تھا۔اس حصہ(سیرۃ النبی ج٦) کے جب آخری ابواب زیرترتیب تھے، میں نے ان کو

خواب میں دیکھا کہ ان کے سامنے اس کے بعض اجزا پڑے ہیں اور وہ اس کا کوئی صفحہ پڑھ رہے ہیں اور مسکرا رہے ہیں۔'' (رحمه الله تعالی) (سیرۃ النبیؐ، ج٦،ص:۴)

بلاغت کی جان

''درحقیقت مختصر نویسی کوئی ایسی خوبی کی بات نہیں ہے۔اصل خوبی یہ ہے کہ اختصار لفظ کے ساتھ میں پوری وسعت موجود ہو۔یہی خصوصیت مولانا کی انشاپردازی اور بلاغت کی جان ہے۔وہ ایک ہی دو فقروں میں جو کچھ کہہ جاتے ہیں ہم مضمون میں ان کو نہیں کھپا سکتے۔وہ چند لفظوں میں جو جادو پھونک دیتے ہیں اس زمانہ کے سامری سیکڑوں منتروں میں وہ روح نہیں پیدا کر سکتے۔'' (مکاتیب شبلی،اول،ص:۱۱،۲۰۱۰ء)

سیاسیات شبلی

''مولانا عملاً سیاسی نہ تھے،مگر وہ اپنے خیالات میں نہایت سخت سیاسی تھے۔اتحاد عالم اسلامی کے وہ پہلے سفیر تھے،علماء اور رہنمایان قوم میں سب سے پہلے ان ہی نے اسلامی ممالک کا سفر کیا اور سلطان ٹرکی سے اعزاز کا تمغہ پایا۔جب وہ واپس آئے تو انگریزی حکومت نے ان کی کڑی نگرانی رکھی،کئی سال تک وہ جاسوسوں کے نرغہ میں رہے اور یہ سمجھا جاتا تھا کہ وہ عثمانی خلافت اور اتحاد اسلامی (پین اسلامزم) کے جس سے اس زمانہ میں بہت کچھ ڈرا جاتا تھا ہندوستان میں مبلغ ہیں۔'' (مقالات شبلی،ص:٦-٧)

کانگریس کی حمایت

''مولانا کالج میں گو سرسید کے ساتھ رہتے تھے مگر مذہبی اختلاف کے ساتھ ساتھ موصوف کو سرسید کے آخری سیاسی خیالات سے حد درجہ اختلاف تھا اور اس کو وہ ہندوستانیوں اور مسلمانوں کے حق میں سخت مضر سمجھتے تھے، بلکہ اعلانیہ وہ کانگریس کی حمایت کرتے تھے اور اس

وقت کی کانگریس کے خیالات سے پوری طرح متفق تھے۔'' (مقالات شبلی، ج ۸،ص:۷)

اسکات المعتدی

''اس رسالہ میں بھی وہ دو باتیں جوان (مولانا شبلی) کے فضل وکمال کا طرۂ امتیاز تھیں، موجود ہیں۔ ایک منطقیانہ ترتیب وحسن استدلال اور دوسری عربی انشا پردازی۔ اسی لئے جن لوگوں نے اس کے جواب لکھے، انھوں نے بھی اپنے جوابی رسالوں میں ان دونوں باتوں کا لحاظ رکھا۔'' (حیات شبلی، ص:۱۰۷)

عربی اخبارات ورسائل

عربی اخباروں اور رسالوں کا پڑھنا اور سمجھنا اس زمانہ میں ہر مولوی کا کام نہ تھا۔ تمام ہندوستان میں شاید مولانا (شبلی) پہلے شخص تھے، جنہوں نے ان کو پڑھنا اور سمجھنا شروع کیا بلکہ الہلال وغیرہ مصر کے عربی رسالوں میں ان کے مضمون بھی چھپتے تھے۔ ایک خط میں وہ اپنے عربی اخباروں اور اپنے یہاں آنے والے رسالوں کے یہ نام لکھ کر بھیجے ہیں: ثمرات الفنون، قسطنطنیہ، السلام، طرابلس، المویدِ، المنار، الہلال، المقتطف۔ آگے بڑھ کر جب مولانا کے فضل وکمال کا شہرہ یورپ کے علما تک پہنچا تو انہوں نے بھی مولانا سے تعلقات پیدا کئے۔ اور وہ یورپ کی مطبوعات ان کو کبھی کبھی ہدیہ بھیجتے تھے۔'' (حیات شبلی، ص:۱۹۴)

الانتقاد

''اس رسالہ کی عربی تحریر بڑی انشاء پردازانہ ہے۔ مولانا عربی تحریر میں جاحظ کے طرز کے پیرو تھے۔ جس زمانہ میں وہ یہ مضمون لکھ رہے تھے جاحظ کی بیان وتبیین اور کتاب الحیوان اکثر مطالعہ میں رہتی تھی۔'' (حیات شبلی، ص:۵۸۱)

عشق رسولؐ

''استاد مرحوم کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک سے بڑی شیفتگی تھی۔اس کا اثر یہ تھا کہ اس نام نامی کے ساتھ ان کی عقیدت کی کوئی حد پایاں نہ تھی، یہاں تک کہ سیرۃ النعمان کے دیباچہ میں بہ ظاہر اس حد سے بھی تجاوز کرتے ہیں، کہتے ہیں:

شیفتگانیم و پیمبر پرست
سجدہ اگر نیست زمیں بوس ہست

(حیات شبلی،ص:٦۴٦)

مکاتیب شبلی: ایک انتخاب

''میں نے صرف ان خطوط کو انتخاب کیا ہے جن سے یا تو مولانا کے ذاتی سوانح کا کوئی واقعہ ظاہر ہوتا ہے، یا ان میں کسی علمی، اصلاحی اور قومی مسئلہ کا ذکر ہے، یا انشاپردازی کا ان میں کوئی نمونہ موجود ہے۔ان ہی اصولہائے ثلاثہ کی رہبری سے ہزاروں خطوط کے انبار سے یہ چند دانے چھانٹ کر الگ کئے گئے ہیں، ورنہ ایک سچے مومن کے نزدیک تو قرآن کی سب سورتیں برابر ہی ہیں۔'' (مکاتیب شبلی ج ا۔دیباچہ ص۱۲)

اسلام کی خدمت

''جب یورپ کے مستشرقین نے مسلمانوں کی تصنیفات کو پڑھ کر اور ان کے علوم کو سیکھ کر اسلام اور مسلمانوں کے علوم و تاریخ و تمدن کو اپنے اعتراضات کا نشانہ بنایا اور ان کے یہ اعتراضات بڑی تیزی کے ساتھ تعلیم یافتہ نوجوانوں میں سرایت کرنے لگے اس دور میں اسلام کی خدمت کی سعادت جس کے حصہ میں آئی وہ ہمارے ان اوراق کا ہیرو ہے۔''

(حیات شبلی ص ۱۷)

ایک بڑا کارنامہ

مولانا شبلی مرحوم کا کام متعدد وجوہ سے اہمیت خاص رکھتا ہے، مرحوم جن معترضین کے جواب کے لئے اٹھے وہ ان پڑھ مشنریوں میں نہ تھے اور نہ مناظرانہ یا الزامی جواب ان کے لئے کافی تھے۔ان کے جواب دینے کے لئے ضرورت یہ تھی کہ ایک ایک کونہ سے نادر کتابوں کی تلاش اور ورق گردانی کی جائے۔ان کے بتائے ہوئے حوالوں کی غلطی اور کمزوری بتائی جائے اور اس کے بالمقابل اسلامی علوم وفنون اور تاریخ وتمدن کے شاندار واقعات اور اہم کارناموں کو ابنائے زمانہ کے سامنے لایا جائے، تاکہ اسلام کی تاریخی وتمدنی عظمت اور علمی جلالت سب کے سامنے آجائے جس سے قوم کے افسردہ دلوں میں ازسرنو تازگی اور امنگ بھی پیدا ہو اور دشمنوں کو اپنے اعتراضات کی بے مائیگی کا بھی اندازہ ہو۔

مرحوم کا مقصد زندگی اگر یہیں ختم ہوجاتا تو بھی کام نسبتاً ہلکا ہوتا، مگر اس سے آگے بڑھ کر انہوں نے اپنی زندگی کا مقصد یہ قرار دیا کہ وہ اپنے سامنے اور اپنے بعد بھی علما کا ایک گروہ ایسا چھوڑ جائیں جو اس نئے زمانہ میں اسلام کی اس نئی ضرورت کو پوری کرتا رہے۔ یہی دو چیزیں ان کی زندگی کا بڑا کارنامہ ہیں۔'' (حیات شبلی، ص:۴۵)

مستشرقین

''یہ لوگ مشنری نہ تھے اور نہ مناظرہ پیشہ عیسائی واعظ تھے بلکہ ان کا شمار یورپ کے فضلا میں تھا۔ یہ اپنے اغراض فاسدہ کے زہر پر ہمیشہ علمی تحقیقات کا غلاف چڑھالیا کرتے تھے اور مسلمانوں ہی کی کتابوں سے کھوج کھوج کر اپنے کام کا سامان نکال لاتے تھے اور اس کے لئے سچ یہ ہے کہ وہ بڑی عرق ریزی کرتے تھے۔نادر عربی کتابوں کی تلاش اور جستجو کرتے تھے۔محنت کے ساتھ پڑھتے تھے اور ان مسالوں پر اپنی تصنیف وتحریر کی بنیاد ڈالتے تھے۔.....

ایسے ہوشمند حریفوں کے مقابلہ کے لئے ساری دنیائے اسلام میں سے جو شیر دل اسلام کی صف میں سب سے پہلے نکلا وہ مولانا شبلی ہی تھے، جنھوں نے ان ہی کے اسلوب پر

ان کو جواب دینا شروع کیا اور بتایا کہ اسلام کے فیض و برکت کی فرح بخش ہواؤں نے دنیا کے علم وتمدن کی بہاروں کو کیسے دوبالا کیا اور یونانیوں، ایرانیوں اور ہندوستانیوں کے مردہ علوم میں کیوں کر اپنی محنتوں اور تحقیقوں سے جان ڈال دی۔'' (حیات شبلی، ص:۵۰)

جنید و شبلی

''کوئی سوانح نگار اپنی معصومیت کا دعوی نہیں کرسکتا اور نہ کسی ایک فیصلہ کے متعلق سب کی رائیں ایک ہوسکتی ہیں کیونکہ محبت وعقیدت کی نظر جہاں مخدوموں کی بہت سی خامیوں کے دیکھنے سے قاصر رہتی ہے، وہاں بدگمانوں کی نگاہیں سب سے پہلے ان ہی پر پڑتی ہیں اور ان کے تکرار واعادہ میں ان کو ایسی لذت ملتی ہے کہ وہ ممکن کمالات سے بھی اغماض برت جاتی ہیں، لیکن یہ دونوں باتیں درحقیقت نفسیات فطرت کے مطابق ہیں اور اس میں معتقد اور منقد دونوں معذور ہیں، بہرحال شبلی شبلی تھے جنید و شبلی نہ تھے۔'' (حیات شبلی، ص:۹)

تکفیر

''مخالفین (شبلی) نے (ندوہ کی) اس اصلاحی تحریک کو ناکام کرنے کے لئے جو آخری ہتھیار اٹھایا وہ مولانا کی تکفیر کا فتویٰ تھا۔ دلی میں مخالف ارکان وعلماء کا مرکز مولانا عبدالحق صاحب حقانی کا مکان تھا، کہتے ہیں کہ انہی کے مشورہ سے بعض علما نے الکلام اور علم الکلام کی بعض عبارتوں کی بنا پر تکفیر کا فتوی مرتب کیا، جس میں ان پر یہ الزام لگایا گیا تھا کہ وہ قدم مادہ کے قائل ہیں۔ اور نبوت کو اکتسابی سمجھتے ہیں۔ یہ فتویٰ ملک میں شائع ہوا اور اشتہار کے طور پر مختلف شہروں کی دیواروں پر چسپاں کیا گیا۔'' (حیات شبلی، ص:۶۰۹)

شبلی کو تباہ کردوں گا

مسلم لیگ سے اختلاف کے زمانہ میں کسی نے راجہ صاحب محمود آباد کی نسبت ان سے

یہ کہا کہ راجہ صاحب کہتے ہیں کہ میں شبلی کو تباہ کردوں گا تو جواب میں کہلایا کہ راجہ صاحب مجھے آپ تباہ نہیں کر سکتے ، کیوں کہ میں زمین کی گھاس ہوں، آندھیاں اونچے اونچے درختوں کو گراتی ہیں، زمین کی بے قدر گھاس کو نہیں۔'' (حیات شبلی،ص:۶۹۵)

کتب خانہ ندوہ

مولانا (شبلی) کو کتابوں سے جو شغف تھا وہ محتاج بیان نہیں۔ وہ ۱۹۰۵ء میں جب ندوہ آ کر بیٹھے تو دوسرے صیغوں کے علاوہ اس صیغہ کی طرف بھی توجہ فرمائی۔ سب سے پہلے اپنے کتب خانہ کو جو اعظم گڑھ میں پڑا تھا اور جس کو کبھی تین ہزار روپئے میں بہ ضرورت علاحدہ کرنا چاہتے تھے، لکھنو میں منتقل کرالیا اور ۱۹۰۷ء میں اس کو ندوہ پر وقف کیا۔ اس کتب خانہ میں تاریخ وادب کا بڑا سرمایہ تھا۔ اور مصر وشام وقسطنطنیہ کی مطبوعات کے علاوہ یورپ کے بعض نادر مطبوعات بھی تھے۔'' (حیات شبلی،ص:۴۲۹)

دنیاوی وقار

دنیاوی حیثیت سے مولانا نے جو وقار حاصل کیا وہ بھی کم نہ تھا۔ ۱۸۹۲ء میں سلطان ترکی نے تمغہ مجیدی عنایت کیا۔ ۱۸۹۴ء میں شمس العلما کا خطاب عطا ہوا۔ الہ آباد یونیورسٹی کے فیلو مقرر ہوئے۔ اسی زمانے میں رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے ممبر ہوئے۔ ۱۹۰۰ء میں امیر عبدالرحمٰن خاں والی کابل نے ترجمے کا محکمہ قائم کیا، اس کے لئے ہندوستان سے مولانا کا انتخاب کیا، لیکن مولانا نے جانے سے انکار کیا۔ تقریباً ۱۹۰۸ء میں اڈنبرا مسلم سوسائٹی کے پریسڈنٹ ہوئے۔ ۱۹۱۰ء میں شملہ گورنمنٹ اورینٹل کانفرنس میں مدعو ہوئے اور گورنمنٹ نے مولانا ہی کی تجویز پر مسئلے کا فیصلہ کیا۔ ڈھاکہ یونیورسٹی کے جلسوں میں بلائے گئے۔ حکام صوبہ اور والیان ریاست اکثر خلوص سے ملتے تھے۔ گذشتہ موقع تاج پوشی میں ہز مجسٹی نے شرف ملاقات بخشا۔ بھوپال، رام پور، جزیرہ اور حیدرآباد کے رؤسا مولانا کے قدرداں تھے۔ انہیں

کے ہاتھوں حیدرآباد میں مشرقی یونیورسٹی کی پہلی اینٹ رکھی گئی۔ مولانا کے مرغ شہرت کی پرواز ہندوستان کی فضا سے نکل کر دوسرے ملکوں تک وسیع ہوچکی تھی۔ ہندوستان، مصر، شام وترکی و جزائر ملایا بلکہ انگلینڈ سے پیرس اور لندن سے علمی استفتے اور سوالات آیا کرتے تھے۔ ۱۸۹۵ء کی اورینٹل کانفرنس میں جو اٹلی میں منعقد ہوئی تھی شرکت کا ارادہ تھا کہ دفعتاً بیمار ہوگئے اور نہ جاسکے۔ ۱۹۱۳ء میں ترکی کی طرف سے مدینہ یونیورسٹی کے قیام کا جو خیال تھا اس کے واضعین نصاب میں مولانا کا بھی نام تھا۔'' (شبلی شناسی کے ص ۲۵۶)

اسلامی طرز حکومت

اسلامی طرز حکومت کی صحیح تصویر کے لئے انہوں نے حضرت عمرؓ فاروق کی حیات مبارکہ کا انتخاب کیا اور حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے اپنی تلاش ومحنت اور اپنی نکتہ سنجی اور دقیقہ رسی سے عہد حال کے اقتضا کے مطابق یہ تصویر ایسی عمدہ کھینچی کہ دیکھنے والوں کی زبان سے بے ساختہ سبحان اللہ اور ماشاء اللہ نکل گیا۔ انہوں نے دنیا کی تاریخوں کو چیلنج دیا کہ اس شبیہہ مبارک کی مثال اگر اس کے مرقع میں ہے تو پیش کرے۔'' (حیات شبلی، ص: ۵۶)

ایم اسلم

[۱۸۸۵-۱۹۸۳ء]

تاریخ اور سیرت

حضرت مولانا شبلی نعمانی کی زیارت تو مجھے نصیب نہیں ہوئی، لیکن مولانا مرحوم ومغفور کی بہت سی تصانیف پڑھنے کا موقع ضرور ملا ہے۔ اس میں میں نے ایک بات خصوصیت سے دیکھی ہے کہ آپ کی تحریر عمر کے لحاظ سے اپنا انداز بھی مختلف رکھتی ہے۔ اس حقیقت سے تو شاید کوئی بھی انکار نہیں کرسکتا کہ جہاں تک اسلامی دور کی تاریخ کا تعلق ہے مولانا مرحوم نے اسلامی تاریخ لکھنے کا حق ادا کر دیا ہے۔ واقعات کی صحت تو خیر ایک ضروری امر ہے، لیکن

انداز بیان اتنا دلکش، دلفریب اور پاکیزہ ہے کہ دماغ کسی قسم کی تھکاوٹ محسوس نہیں کرتا۔
(کریسنٹ لاہور،شبلی نمبر ص ۱۵)

سب سے بڑا کارنامہ

حضرت مولانا مغفور کا سب سے بڑا کارنامہ حضور شہنشاہ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ ہے۔ میں نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی سیرت اقدس پر کئی کتابیں پڑھی ہیں لیکن شبلی کی سیرۃ النبی ہر نقطہ نظر سے ایک بے نظیر تصنیف ہے۔ لفظ لفظ سے پاکیزگی اور سچی عقیدت کا اظہار ہوتا ہے۔ سیرۃ النبی جلد اول کے پیش لفظ کا ہر حرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں ڈوبا ہوا نظر آتا ہے۔ یہ پیش لفظ پڑھ کر مجھ پر تو ہمیشہ ایک والہانہ کیفیت وارد ہو جاتی ہے اور آنکھیں پرنم ہو جاتی ہیں۔ مولانا شبلی کا یہ کارنامہ صرف ایک عظیم کارنامہ نہیں بلکہ مسلمانوں پر ایک احسان ہے۔" (کریسنٹ،شبلی نمبر ص ۱۶)

محمود احمد عباسی

[۱۸۸۵-۱۹۷۴ء]

سوانح نگاری

خدا بھلا کرے حضرت علامہ شبلی کا جنہوں نے اردو زبان میں اس کام کی بنیاد ڈالی اور جن کے طفیل سے دو چار مشاہیر اسلام کے کارنامے ہماری نظر کے سامنے آ گئے۔ (سیرۃ العباس ص ۶)

اقبال احمد خاں سہیل

[۱۸۸۶-۱۹۵۵ء]

یگانہ روزگار

استاذ الامام علامہ شبلی نعمانی کی ذات گرامی درحقیقت ایک ایسی منفرد، اور یگانہ عصر

شخصیت تھی،جس کی مثال گذشتہ ایک صدی کے اندر تمام عالم اسلامی میں بہ مشکل ملے گی اور جس کی صرف دوانگلیوں سے بلکہ ہر بن مو سے علم وہدایت کی وہ کرن پھوٹی ہے اور فضل وکمال کی وہ موجیں جاری ہوئی ہیں جو آئندہ ہزاروں برس تک شبستان انسانیت کو چراغاں اور نزہت گاہ علم وادب کو گل بداماں رکھیں گی۔فرماتے ہیں:

سالہا گوش جہاں زمزمہ زا خواہد بود
زیں نواہا کہ دریں گنبد گرداں زدہ ام

(شبلی شناسی کے اولین نقوش،ص:۱۴۷)

تاریخی منظومات

اہم تاریخی واقعات،سیاسی مسائل یا مذہبی جزئیات کے متعلق لطیف ادبی نظموں کا وجود ہماری زبان میں سرے سے معدوم تھا،اس کی ابتدا بھی پہلے پہل مولانا (شبلی) نے کی۔جنگ بلقان،واقعہ کان پور،عدل جہاں گیری،مذہب یا سیاست وغیرہ عنوانوں سے جو نظمیں مولانا نے لکھیں وہ آج تک بے مثل ہیں اور ہمارے ان گنت شعرا میں سے کسی ایک کو بھی توفیق نہیں ہوئی کہ اس میدان میں اپنا قدم اٹھائے۔''

(شبلی شناسی کے اولین نقوش،ص:۱۵۷)

مفتی قدس اور اظہار رائے

مسلمانوں کے قبلہ اول یعنی بیت المقدس کی مسجد مبارک میں قدس کے مفتی اعظم اور دیگر علما میں باہم کسی فقہی مسئلہ میں مذاکرۂ علمیہ ہو رہا تھا،حسن اتفاق سے اسی وقت مولانا (شبلی) بھی مسجد کی زیارت کے لئے گئے ہوئے تھے۔مولانا اس شہر میں نووارد تھے۔یہ علما مولانا کے شناسا نہ تھے اور خود مولانا کے سادہ لباس میں ارباب عمائم کی طرح اظہار علم وتقویٰ کی سعی نہیں کی گئی تھی۔مولانا نے علمی مذاکرہ سنا تو پاس جا بیٹھے۔ان علما کو ایک اجنبی اور بظاہر

سخن ناشناس کا وہاں بیٹھنا ناگوار گذرا اور محض بطور طنز مولانا سے بھی اظہار رائے کی فرمائش کی، لیکن جب مولانا نے اس مسئلہ کے ہر پہلو کا اپنی وسعت نظر اور اصابت فکر کی بنا پر روشن کر دیا اور تمام اشکال روشن کر دئے تو سامعین پر وہی عالم طاری ہوا جس کی طرف خواجہ شیراز نے اس شعر میں اشارہ کیا ہے:

بنفشہ طرۂ مفتوں خود گرہ می زد
صبا حکایت زلف تو درمیاں انداخت

(شبلی شناسی کے اولین نقوش، ص:۱۵۹-۱۶۰)

مخالفین شبلی

علامہ مرحوم کے مخالفین میں دو بزرگ امتیازی حیثیت رکھتے ہیں۔ایک مولوی عبدالحق صاحب، دوسرے خواجہ غلام الثقلین۔مولوی ظفرالملک اور مولوی عبدالماجد دریابادی کی مخالفت عارضی تھی جو شاید اب باقی نہ ہو۔مولوی عبدالحق صاحب نے تو بے وجہ علامہ شبلی کو مولانا حالی کا مخالف فرض کر لیا ہے اور خواہ مخواہ مرحوم سے زندگی بھر بیر خرید رکھا ہے۔خواجہ صاحب کی مخالفت تو مختلف وجوہ سے حق بجانب کہی جاسکتی ہے۔ظاہر ہے کہ الفاروق کا مصنف اس جماعت میں جس کے رکن رکین خواجہ صاحب تھے، کس نگاہ سے دیکھا جاسکتا ہے۔اس پر ستم یہ کہ مولانا مرحوم نے غازی اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ اور شہنشاہ جہاں گیر کے متعلق مجتہدانہ مقالات لکھ کر شیعہ مورخین کی صدیوں کی کمائی رائیگاں کر دی تھی۔ان حالات میں اگر خواجہ صاحب مولانا کو''خاکم بدہن''زندیق یا ملحد قرار دیتے تو بھی تعجب نہ تھا۔''

(شبلی شناسی کے اولین نقوش، ص:۱۶۹-۱۷۰)

تاریخی تصنیفات

مولانا (شبلی) کی تاریخی تصنیفات محض مغازی اور فتوحات کی داستانیں نہیں بلکہ

اسلام کے تمام علمی، ادبی، سیاسی، اور معاشرتی کارناموں کا دل آویز مرقع ہیں، جس مبحث پر مولانا کے قلم سے ایک جملہ نکلا وہ ہزاروں صفحات کا نچوڑ اور اس مبحث پر آخری قول فیصل ہے۔''

(افکار سہیل، ص: ۸۳)

پروفیسر طاہر فاروقی

[۱۸۸۷-۱۹۶۴ء]

ہمہ گیر قابلیت

''مولانا شبلی [۱۸۵۷-۱۹۱۴ء] ہمہ گیر قابلیت کے بزرگ تھے، لیکن بحیثیت نقاد، فلسفی، ادب اور سیرت نگار کے آپ یکتائے عصر تھے۔ ۱۸۹۲ء میں آپ کو شمس العلما کا خطاب ملا اور اسی سال حکومت عثمانیہ ترکیہ نے ''تمغہ مجیدیہ'' کا انعام بخشا۔ شبلی کی تصانیف سے ان کے علمی تبحر، وسعت نظر، مذاق سلیم اور تنقیدی ملکہ کا پتہ چلتا ہے۔......سرسید تحریک کے سلسلہ میں شبلی نے کئی کتابیں لکھیں۔ الفاروق، المامون اسی سلسلہ کی مصنفات ہیں۔ سیرۃ النبیؐ مولانا کے لئے خود بھی مایہ ناز تھی اور سیرت کی کتابوں میں بھی بلند درجہ رکھتی ہے۔ شعر العجم لکھ کر مولانا نے نہ صرف اردو زبان میں ایک بیش بہا اضافہ کیا، بلکہ فارسی شاعری پر بھی احسان فرمایا۔ آپ کو زبان سے بحث نہ تھی، پھر بھی آپ کی زبان نقائص سے بری ہوتی ہے اور ایک مخصوص طرز کی حامل ہے۔ آپ کی تحریروں میں سادگی وسلاست کے ساتھ آمد اور فصاحت ہے۔ الفاظ کا انتخاب موضوع کی مناسبت سے ہوتا ہے، اور زور اور اثر اس درجہ کا ہوتا ہے کہ آپ کی عبارت محققانہ شان کے ساتھ قول فیصل کا بھی درجہ رکھتی ہے۔ مذکورہ بالا کتابوں کے سوا آپ کی تصنیفات نثر میں موازنہ انیس و دبیر، رسائل شبلی، الغزالی، سیرۃ النعمان، سوانح مولانا روم اور سفرنامہ روم ومصر وشام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔''

(چمنستان ادب، ص: ۱۲-۱۳)

مقالہ نگاری

''شرر کے ساتھ مقالہ نگاری میں جو شخص ممتاز نظر آتا ہے وہ صرف مولانا شبلی ہیں۔ان کی محققانہ طبیعت، مبصرانہ نظر اور سحر کارانہ قلم نے مقالات کے ذریعہ سے تاریخ اسلام کے کتنے نکات ومقامات حل اور روشن کر دئے۔'' (اردو نثر کے نمونے ص ۲۷)

مولانا ابوالکلام آزاد

[۱۸۸۸-۱۹۵۸ء]

تو ابوالکلام آپ کے والد ہیں

''مولانا شبلی نعمانی سے میں ۱۹۰۴ء میں سب سے پہلے بمبئی میں ملا، جب میں نے اپنا نام ظاہر کیا تو اس کے بعد آدھ گھنٹے تک ادھر اودھر کی باتیں ہوتی رہیں اور چلتے وقت انہوں نے مجھ سے کہا تو ابوالکلام آپ کے والد ہیں۔میں نے کہا نہیں میں خود ہوں۔''

(آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی ص:۱۲۹)

شبلی کی صحبت میں

''اس اثنا میں مولانا مرحوم نے [سررشتہ علوم وفنون حیدرآباد سے] استعفیٰ دے دیا اور مجھے لکھا کہ اب میں بقیہ عمر ندوہ کے لئے وقف کر دینا چاہتا ہوں اور اعظم گڑھ ہو کر لکھنؤ جاؤں گا۔یہ ٹھیک اس وقت کی بات ہے کہ دسمبر کا آخری ہفتہ تھا اور لکھنؤ میں ایجوکیشنل کانفرنس کا اجلاس تھا اور بھائی مرحوم اس کی شرکت کی غرض سے لکھنؤ پہنچے تھے اور وہیں مولانا کا خط مجھے ملا تھا۔اعظم گڑھ سے انہوں نے پھر خط لکھا اور اصرار کیا کہ اب زیادہ اچھا موقع ہے، لکھنؤ میں آکر رہو تو حیدرآباد سے بھی بڑھ کر یہ بہتر ہوگا۔

اس مرتبہ میں نے قطعی ارداہ کرلیا اور لکھنؤ پہنچ گیا، لیکن لکھنؤ میں مولوی حفیظ اللہ سے معلوم ہوا کہ وہ اپنے گھر کی علالت کی خبر سن کر پھر اعظم گڑھ چلے گئے ہیں اور ان کا تار آچکا ہے

کہ اگر ہو سکے تو خود اعظم گڑھ جاؤ۔ چنانچہ میں اعظم گڑھ گیا۔ عجیب اتفاق جس دن پہنچا اسی دن ان کی بیوی کا انتقال ہوا۔ وہاں سے ہم ایک ساتھ لکھنؤ واپس آئے اور میں ندوہ ہی میں ٹھہر گیا اور الندوہ کی ایڈیٹری انہوں نے میرے متعلق کر دی، تقریباً سات آٹھ مہینے وہاں قیام رہا۔''

(آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی، ص۱۹۶-۱۹۷)

لطف صحبت

''ہر وقت مولانا مرحوم سے یکجائی رہتی تھی۔ وہ صبح سویرے اٹھنے کے عادی تھے اور میں بھی بچپن سے اس کا خوگر۔ جاڑے کا موسم تھا، صبح چار بجے میں ان کے کمرے میں چلا جاتا، اسی وقت چائے کا دور چلتا، طرح طرح کے علمی تذکرے رہتے۔ اکثر فارسی اشعار کا اپنے خاص ٹون میں ترنم کرتے، ان اشعار کے متعلق تذکرے رہتے۔ شام کو کبھی قیصر باغ یا اور کہیں دور کا چکر لگانے نکل جاتے اور یہ تمام وقت بھی علمی و ادبی تذکروں میں بسر ہوتا۔ حقیقتاً وہ ایسی صحبتیں تھیں جن کا لطف و کیفیت عمر بھر فراموش نہ ہوگی۔ مجھے ان صحبتوں سے بہت فائدہ ہوا۔ مولانا مرحوم کے انتقال سے جہاں کتنی ہی خوبیاں اور کمالات ان کے ساتھ مدفون ہو گئے وہاں ایک سب سے بڑی چیز یہ پر لطف صحبت تھی جو ان کے بعد ایک مرتبہ بھی مجھے کہیں کسی گوشے اور کسی حلقے میں میسر نہ آئی۔ ان کا علمی ذوق، جو وسیع اور ہر وادی میں تھا ان کے ساتھ ہی مدفون ہو چکا ہے۔'' (آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی، ص:۱۹۷)

ندوہ کے علما

''جو لوگ ندوے کے لئے سرگرم تھے، ان کی بھی عجیب حالت نظر آتی تھی۔ چوں کہ پانچ چھ مہینے تک ان سرگرمیوں کو بالکل قریب سے دیکھتا رہا، اس لئے اندرونی حالت بالکل میرے سامنے تھی۔ میں نے دیکھا کہ بالکل چالاک دنیاداروں کی سی کارروائیاں کی جارہی

ہیں اور وہ تمام وسائل بے دریغ عمل میں لائے جاتے ہیں جو اپنی کامیابی کے لئے ایک شاطر سے شاطر اور عیار سے عیار جماعت کرسکتی ہے۔ لوگوں کو شامل کرنے کے لئے ہر طرح کی عیاریاں کی جاتی تھیں اور عوام پر اثر کرنے کے لئے خصوصی حالتیں اختیار کی جاتی تھیں۔''

(آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی، ص:۱۳۲)

غالب پر نہیں شبلی پر

''شاعری کے ذوق وفہم کا جو اعلا مرتبہ ان کے حصہ میں آیا تھا اس کی نظیر ملنی دشوار ہے۔ ہندوستان میں فارسی شاعری غالب پر نہیں ان پر ختم ہوئی۔ کئی مرتبہ مجھے خیال ہوا کہ اگر وہ شاعری پر پوری طرح متوجہ ہوتے تو ان کا وزن شعر فارسی میں غالب سے کسی طرح کم نہیں ہوتا۔ پھر غالب جو کچھ ہے تغزل ومدح کے محدود میدانوں میں ہے، لیکن مولانا نے فارسیت کے ذوق اعلیٰ کے تحفظ کے ساتھ فکر وتخیل کے نئے نئے میدان پیدا کئے، جن پر ان کی قومی نظمیں گواہ ہیں۔ خصوصاً حیدر آباد والی نظم۔ اس اعتبار سے کہا جاسکتا ہے کہ مولانا تنہا شاعر ہیں جنھوں نے فارسی شاعری کو اس کے اسلوب شعریت کے تحفظ کے ساتھ نئے میدانوں سے آشنا کیا۔ اس معاملے کی حقیقت اس وقت منکشف ہوتی ہے جب ایران کے نئے قومی شاعروں کے مہملات پڑھے جائیں جن کی ترتیب واشاعت میں غریب براؤن نے اس قدر زحمتیں برداشت کی تھیں۔ آج کل ایران کے ملک الشعرا بہار ہیں۔ خدا ان کے کلام کے مطالعے کی بدمزگی سے محفوظ رکھے۔

غزل میں تو یقیناً مولانا کے یہاں غالب سے کہیں زیادہ سرجوشی کی کیفیت ہے اور حقائق و واردات کے لحاظ سے تو مقام ہی دوسرا ہے۔ مولانا کا ایک شعر سیکڑوں مرتبہ دہرا چکا ہوں لیکن پھر بھی بے اختیار دل کی گہرائیوں میں سے ابھر آتا ہے:

دودل بودن دریں رہ سخت ترعیبی ست سالک را
خجل ہستم زکفر خود کہ دارد بوئے ایماں ہم

میں جانتا ہوں کہ یہ شعر مولانا ہی کہہ سکتے تھے، کیونکہ اس کا تعلق ایک خاص کیفیت سے ہے۔ جب تک وہ طاری نہ ہو اس طرح کی صدا اٹھ نہیں سکتی۔ خواجہ حالی مرحوم نے مجھ سے فرمایا تھا کہ اس شعر پر گھنٹوں خود فراموشی رہی۔'' (کاروان خیال، ص:۹۴-۹۵)

ایک ہی وقت میں

''حیران ہوں کہ ڈیڑھ دو گھنٹہ کی صحبت کے اندر چہل سالہ علمی زندگی کے متعلق آپ کو کیا بتا سکتا ہوں۔ اس قسم کے علمی موضوعوں کے لئے بہت کافی وقت کی ضرورت ہے۔ ہمارے سامنے ایک ایسی زندگی ہے جو یکسر تصنیف و تالیف میں بسر ہوئی اور جس کی تصنیف و تالیف کا میدان نہایت وسیع تھا۔ اگر ایک فن کا تذکرہ ہوتا تو اس کے لئے بھی ایک مختصر صحبت کافی نہیں ہوتی۔ یہاں تو مختلف علوم کی تصنیفات و مباحث کے مسائل درپیش ہیں اور جن میں بعض ایسے علوم بھی ہیں جن کا ذوق باہم متضاد اور مختلف ہے۔ انھوں نے ایک زندگی میں ایک ہی وقت کے اندر تاریخ، سیرت، کلام، حدیث اور ادب و شعر کے متعلق تصنیفات مرتب کی ہیں۔''

(شبلی اور جہان شبلی ص۱۷۲)

ایک زندگی میں

''مولانا شبلی مرحوم کو اگر ہم ایک ہی وقت کے اندر مختلف علوم کے مطالعے میں منہمک پاتے ہیں تو اس کی قدر شناسی سے انکار نہیں کرنا چاہئے۔ انہوں نے ایک ہی زندگی میں متعدد زندگیوں کے کام انجام دئے۔'' (البلاغ ۱۷ و ۲۴/دسمبر ۱۹۱۵ء)

ایک عجیب مجموعہ

''فی الحقیقت مولانا کی ذات نبوغ و کمالات کے رنگا رنگ مظاہر کا ایک عجیب مجموعہ تھی اور جیسا کہ فارسی میں کہتے ہیں سرتا سر مغز بے پوست تھی۔ بہ مشکل کوئی مہینہ ایسا گذرتا ہے کہ دو

تین مرتبہ ان کی یاد ناخن بدل نہ ہوتی ہو۔ وہ کیا گئے کہ علم وفن کی صحبتوں کا سرتا سر خاتمہ ہوگیا۔

ہر وادی میں وہ اپنے ذوق وفکر کی ایک خاص اور بلند جگہ رکھتے تھے اور یہ کتنی بڑی خوبی تھی کہ باوجود ملایانہ طالب علم کے ملائیت کی پرچھائیں بھی ان پر نہ پڑی تھی۔ خشکی طبع جو اس راہ کے مہالک وآفات میں سے ہے، انہیں چھو بھی نہیں گئی تھی۔''

(شبلی شناسی کے اولین نقوش ص:۱۸۰)

لکچر

''یہ قدرت آج صرف انہیں [شبلی] کو حاصل ہے کہ جس موضوع پر چاہتے ہیں ایک مرتب اور مدون تصنیف حاضرین کو سنا دیتے ہیں۔ ان کا لکچر بلحاظ ترتیب مطالب اور حسن استدلال ایک مکمل رسالہ ہوتا ہے، جس کو اگر قلم بند کر دیا جائے تو نظر ثانی کی بھی ضرورت نہ ہو اور بلا تامل رسائل شبلی میں ایک اضافہ ہو جائے۔'' (ماہنامہ الندوہ، لکھنو، اپریل ۱۹۱۰ء، ص:۱۱)

وقف علی الاولاد

''جی چاہتا ہے کہ مولانا شبلی کی اس سعی ومحنت کا شکریہ ادا کریں جو وہ تین، چار سال سے وقف علی الاولاد کے لئے فرما رہے ہیں، لیکن جو ذات یکسر وقف خدمت ملت ہو اس کے کس کس احسان کا شکریہ ادا کیا جائے؟ وہ ہماری زبان، ہمارے لٹریچر اور ہمارے علوم وفنون کی ایسی گراں قدر اور عدیم النظیر خدمت انجام دے رہے ہیں جس کے احسان سے تمام عالم اسلامی سبک دوش نہیں ہوسکتا۔ پھر انہوں نے ایک ایسی عظیم الشان خدمت اپنے ذمہ لے لی ہے جس کی نسبت مجبوراً کہنا پڑتا ہے کہ صرف انہیں کے دم سے قائم ہے۔ ان کے یہی احسانات کیا کم تھے، مگر ان کا دل ملت خواہ جو سرتا سر درد اور محبت ہے، ہمارے دیگر ضروریات کو محسوس کرنے میں بھی اسبق واقدم رہتا ہے اور جب محسوس کر لیتا ہے تو جوش ملت پرستی کو ضبط نہیں کرسکتا۔'' (ماہنامہ الندوہ، اپریل ۱۹۱۰ء ص ۱۳)

آخری یکجائی

''آخری یکجائی دہلی میں ہوئی تھی، اس وقت انہوں نے کہا'' مجھ کو بھی خیال ہوتا جاتا ہے کہ یہ ممکن ہے اور بہت ہی اہم چیز ہوگی۔ چنانچہ دہلی سے آکر میں نے کچھ وقت اس میں صرف کیا اور ایک مستقل سیرت نبویہ مجرد قرآن حکیم سے ماخوذ و مستنبط شروع کر دی۔''

(تذکرہ: مولانا ابوالکلام آزاد، ص: ۲۰۵)

ملا واحدی

[۱۸۸۸-۱۹۷۶ء]

دو گھنٹے کی کرامت

''دوسری دفعہ غالباً ۱۹۱۳ء میں علامہ شبلی دلی تشریف لائے اور حکیم اجمل خاں کے ہاں قیام فرمایا۔ وہاں بھی آٹھ سے دس [بجے] تک وہ تخلیہ کرتے تھے اور ان کے قریب پرندہ پر نہیں مار سکتا تھا۔ علامہ شبلی کی تمام معرکۃ الآرا تصانیف دو گھنٹے روزانہ لکھنے کی کرامات ہیں۔ دو گھنٹے سے زیادہ لکھنا ان کے نزدیک حرام تھا اور دو گھنٹہ پابندی سے لکھنا فرض۔ اسے وہ سفر و حضر میں نباہتے تھے۔ باقی اوقات میں کبھی کھانا بھی پکا لیتے تھے۔ پکانے کا غالباً شوق تھا اور کھانا کھانا بھی جانتے تھے۔'' (تاثرات، ص: ۴۷)

مولانا عبدالباری ندوی

[۱۸۸۹-۱۹۷۶ء]

اولاد کا سا معاملہ

''ندوہ کے طلبہ کے ساتھ حضرت ممدوح کا معاملہ بالکل اولاد کا سا تھا بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اولاد سے بھی بڑھ کر۔ ایک لطیفہ یاد آ گیا، غالباً مجلس میں کسی نے یہ خبر سنائی کہ میاں حامد [مولانا کے اکلوتے صاحبزادے] نے فٹ بال میں کوئی کپ یا انعام حاصل کیا ہے۔ مولانا

نے برجستہ فرمایا کہ یہ تو شبلی کے لڑکے کی نہیں کسی نٹ کے لڑکے کی تعریف ہوئی۔ اس سے اندازہ لگائیے کہ مولانا اپنی اولاد کس کو سمجھتے تھے اور اس کے حق میں دامے، درمے، سخنے کوئی کسر نہ اٹھا رکھتے، اس کی سب سے بڑی شہادت خود راقم ہذا کی آپ بیتی ہے۔''

(سرگذشت، ص:۱۵)

ندوہ سے علاحدگی کے بعد

''حضرت استاذ علامہ اس دوران میں ندوہ سے بالکل علاحدہ ہوکر اپنے وطن اعظم گڑھ جاکر اپنے بنگلہ اور باغ میں عزلت نشین ہو چکے تھے۔ ایک طرف اس بنگلہ اور باغ کو وقف فرما کر دارالمصنّفین کے قیام کی تجویز میں لگے ہوئے تھے، دوسری طرف ہر قسم کی تصنیف و تالیف سے قطع نظر فرما کر صرف سیرۃ النبیؐ میں مشغول تھے۔ احقر کا جی چاہا کہ ایسے عمر بھر کے محسن و محترم استاد کی خدمت میں دو چار دن کے لئے اعظم گڑھ جاکر حاضری دوں، اعظم گڑھ پہنچا اور کم از کم تین دن سراپا شفقت استاد ہی کا مہمان رہا اور کم و بیش حضرت کے آرام اور تصنیف کے کام کے علاوہ قریب ہی حاضر رہتا۔ گفتگو دو ہی چیزوں پر فرماتے، دارالمصنّفین کے قیام اور سیرۃ النبیؐ کی تکمیل۔ ان دو کے سوا تیسری بات مشکل ہی سے فرماتے، بس اس طرح مولانا کو اپنے خاتمہ ہی کی فکر معلوم ہوتی تھی، جس کے لئے اب شفیع المذنبین کی سیرت کی تکمیل ہو رہی تھی، جیسا کہ خود فرماتے ہیں:

عجم کی مدح کی عباسیوں کی داستاں لکھی
مجھے چندے مقیم آستان غیر ہونا تھا
مگر اب لکھ رہا ہوں سیرت پیغمبر خاتم
خدا کا شکر ہے یوں خاتمہ بالخیر ہونا تھا

تین دن رات کی حاضری میں استاد ممدوح کا معاملہ استاد سے زیادہ شفیق کا باپ کا سا رہا، باتیں ایسی بے تکلفی اور محبت سے فرماتے جیسے کسی معمولی طالب علم سے نہیں بلکہ کسی بے

تکلف دوست سے ہورہی ہوں۔‘‘ (سرگذشت ص۱۸-۱۹)

دل کی نرمی

’’ان کی طبیعت میں لوچ کوٹ کوٹ کر بھرا تھا اور دل اس قدر نرم تھا کہ بعض واقعات حیرت انگیز دیکھے۔ گرمیوں میں پنکھا نہ کھنچواتے۔ ایک مرتبہ کسی علالت کے موقع پر میں نے عرض کیا تو فرمایا کہ بھائی کسی دوسرے کا پنکھا کھینچنا اور غلامی مجھ سے دیکھی نہیں جاتی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے خیالات میں سیاسی انقلاب ذہنی وجوہات سے زیادہ قلبی نزاکتوں پر مبنی تھا۔‘‘

(سرگذشت، ص:۶۴)

نامناسب سلوک

’’اعظم گڑھ کی آخری زیارت میں یہ بھی محسوس ہوا کہ محترم ومرحوم استاد کو ندوہ سے جدائی کا بہت قلق تھا۔ راقم الحروف کے نزدیک یوں تو اجل مسمیٰ کا وقت آ چکا تھا لیکن ظاہری اسباب میں ایک سبب کم از کم ندوہ سے علاحدگی بھی رہی ہوگی، اس لئے کہ جس وقت میں حاضر ہوا ہوں مولانا فریش بالکل نہ تھے۔ اچھی طرح حسب عادت گفتگو فرماتے اور چلتے پھرتے۔ اصل یہ ہے کہ ندوہ نے ان کے ساتھ عام انسانی حیثیت سے بھی نامناسب سلوک ہی کیا تھا، حالانکہ جس ندوہ کا آج عرب وعجم میں چرچا ہے اور جس کا سب سے بڑا نشان برادر عالی مولانا علی میاں سلمہم ہیں، یہ سو فی صدی عہد شبلی ہی کی دین ہے۔ اس سے پہلے نہ تقریر و تحریر کا کوئی خاص ذوق طلبہ میں تھا اور نہ مضمون نگاری وتصنیف کا، نہ اردو عربی ادب وانشا کا، نہ تاریخ کا، یہ سب چیزیں بالکلیہ دور شبلی کی یادگار ہیں۔‘‘

(سرگذشت، ص:۱۹)

ضیاءالدین احمد برنی

[۱۸۹۰-۱۹۶۹ء]

جنید یا بایزید

''ہم میں سے بہت سوں کا خیال تھا کہ چونکہ علامہ (شبلی) صوفی منش بزرگ نہیں ہیں، اس لئے تصوف جیسے موضوع پر ان کی تقریر بالکل خشک ہوگی، لیکن جب انہوں نے تقریر ختم کی تو سب کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں اور میں نے کم سے کم یہ محسوس کیا کہ علامہ تو چھپے رستم نکلے۔ معلوم ہوتا تھا کہ جنید یا بایزید بسطامی کے پایہ کا کوئی درویش ہے جو تصوف کے رموز و نکات کے دریا بہائے چلا جا رہا ہے۔ تقریر کے بعد جس عقیدت مندی سے حاضرین نے ان کے ہاتھ چومے وہ سماں آج بھی میری آنکھوں کے سامنے ہے۔''

(عظمت رفتہ ص ۲۶۵-۲۶۶)

مولانا ضیاءالحسن علوی ندوی

[۱۸۹۱-۱۹۴۵ء]

ذمہ داری سے آگے۔

''معتمد تعلیم کا اصلی کام تو تعلیم کی نگرانی تھی، مگر کام چلانے کے لئے بڑی چیز روپیہ ہے۔ اس کی فراہمی، چلت پھرت والے شخص پر پڑ جاتی ہے۔ ہمارے علامہ کی شخصیت نے خود ان سب کاموں کا ذمہ لے لیا، لہذا ایک سر ہزار سودا ہو گیا۔ دارالعلوم کی نگرانی، ملک میں اس کی تبلیغ، روپیہ فراہم کرنا، رسالہ الندوہ جو خود ان کی ایجاد تھا، چلانا اور ابتدا میں اس کو خود ہی بھرنا، طباعت کی فکر اور نگرانی، شعرالعجم کی تصنیف یہ کیا کچھ کم مشاغل تھے۔'' (یاد ایام، ص: ۴۵)

علم کا دیوتا

''علامہ کا یہ معمول تھا کہ شب میں ۹ر بجتے بجتے سو جاتے۔ کھانا عموماً بعد مغرب تناول

فرما لیتے۔ کھانے میں گوشت وہ بھی بھنے ہوئے، تار پر مصالحہ دار کا شوق تھا، خود بھی کھانا پکا لیتے۔ چار بجے صبح سے اٹھ بیٹھتے۔ لیمپ کے چولہے پر چائے کی کیتلی رکھ دیتے۔ شب کو خدمت گار سب سامان قرینہ سے رکھ کر چلا جاتا۔ آپ ہی چائے بنا کر پیتے۔ شاعری کا وہی وقت تھا۔ اول نماز سے فراغت کرتے، کچھ تلاوت بھی کر لیتے، پھر میز پر اور کبھی فرش پر بیٹھ کر تصنیف شروع ہو جاتی اور یہ مشغلہ صبح ۸ بجے تک ختم ہو جاتا۔ فرماتے تھے کہ بھائی یہ وقت اپنا ہوتا ہے، بلا مداخلت غیرے جو چاہو کرو۔ پھر تو جناب دنیا بھر کے مشغلے چھڑ جاتے۔ لوگ آنے والے کیا کم تھے۔ میرے لئے کوئی پابندی نہ تھی، کیوں کہ اگر بے وقت بھی چلا جاتا تو چپ چاپ ایک کونے میں ان کو مشغول پا کر بیٹھا رہتا۔ جب وہ خود مخاطب ہوتے تو چونکتا۔ مجھ کو اس علم کے دیوتا کے ساتھ محویت تھی۔ اگر کوئی فکر کلام کرتے یا کوئی نئی تحقیق ہوتی تو سب سے پہلے میں ہی سن لیتا تھا۔ جس زمانے میں کسی تصنیف کو تیز رفتاری سے ختم کرنا ہوتا یا الندوہ بھرنا ہوتا تو اس زمانے میں اس وقت میں توسیع ہو جاتی۔ دس بجے تک۔ میں نے ایک مرتبہ عرض کیا یہ بات نوٹس چاہتی ہے، لہذا دروازہ پر لکھ کر کہہ دیتے کہ احباب معاف فرمائیں، میں دس بجے تک مصروف ہوں۔ دس گیارہ بجے کے درمیان کھانا کھاتے، اس وقت بھی وہی ایک مرغوب غذا ہوتی۔ دو قسم کے کھانے کم ہوتے، اس کے بعد اگر کوئی بے وقت آنے والا نہ آ دھمکا تو دارالعلوم میں اتر کر آتے اور تعلیم کی نگرانی فرماتے یا مدرسین کے خالی اوقات مدرسہ میں خود ان کے پاس چلے جاتے، ہر فن کی تعلیم کی بابت ان کو ہدایتیں فرماتے اور کبھی کتاب منگا کر خود پڑھ کر ان کو پڑھانا بتاتے۔'' (یادایام ص ۴۵-۴۶)

عذر لنگ کے بعد

''مگر اس شخص (شبلی) کی ہمت کی داد دیجئے، پاؤں کٹا تو مصنوعی پاؤں اور اس کی بندشوں کو برداشت کرتے۔ تمام قومی تحریکوں میں حصہ لیتے۔ دور دراز کے سفر کرتے اور گھنٹوں کھڑے کھڑے تقریریں فرماتے۔'' (ایضاً، ص: ۴۸)

الندوہ کی ادارت

''علامہ اکثر جز بز ہوتے۔ایک مرتبہ تو لکھ دیا کہ ان کو(مولانا شروانی) اپنے رئیسانہ مشاغل سے فرصت نہیں ملتی ۔ بعد کو اس لفظ پر ندامت اور معافی چاہی۔ یہ ان کی خاص خصوصیت تھی۔اپنی غلطی پر سخت انزجار ہوتا تھا،مگر علامہ کو علم کے سوااور کام ہی کہاں تھا۔ان کو تو بہت کام تھے،خانگی امور کا سرانجام،ایک شاہانہ طبیعت کے بزرگ چچا کی اطاعت اور خدمت ،یہ کوئی معمولی کام نہیں ہوتا ہے۔اس کو جو جانتے ہیں وہی جانتے ہیں۔اس لئے الندوہ کا بوجھ بہت کچھ علامہ پر پڑتا۔اس رسالہ کی اہمیت اس سے زیادہ کیا بیان کی جاسکتی ہے کہ اپنے زمانہ میں دنیا کا سب سے بڑا اسلامی مصنف اس کا ایڈیٹر تھا۔''(یادایام،ص۵۹-۶۰)

زبان دانی

انگریزی کے حرف شناس تھے۔کبھی کبھی الفاظ پوچھ کر صحیح جملے ادا کر لیتے۔فرانسیسی پروفیسر آرنلڈ سے سیکھی تھی اور اس کا اپنے مضمون اور موضوع کے مطابق کچھ مطلب حل کر لیتے تھے۔ان کی فارسیت ان کی عربیت سے بلند تھی۔مگر عربیت بھی بہت اچھی تھی۔(یادایام،ص۷۱)

عشق رسول سے ہر رگ

''مولوی کچھ سمجھیں''انما الاعمال بالنیات'' یہ میرا ایمان ہے کہ خلوص کی کوئی کمی نہ تھی، علم وفہم میں کیا کسر تھی۔قبولیت کیوں نہ حاصل ہوتی۔عشق رسولؐ سے ہر رگ پھڑکی ہوئی تھی۔''

(ضیاءالحسن علوی۔یادایام،ص:۶۸)

لطیفہ

''مثنوی کے سلسلہ میں ایک لطیفہ یاد آگیا،سن لیجئے۔ایک صاحب جو مراتب تصنیف میں قزاقی کے منصب پر فائز تھے،حضرۃ الاستاذ علامہ شبلی کی صحبت میں سہ پہر کو بیٹھے تھے۔شرر

صاحب بھی تھے۔ نہ جانے مولوی ابوالکلام تھے یا نہیں مگر مولوی عمادی ایڈیٹر البیان ضرور تھے۔ فرمانے لگے، مولانا آپ نے جتنے کام کئے خوب کئے، مگر اس سائیں کی سوانح عمری [یعنی سوانح مولانا روم] لکھ کر اس کی تو عزت بڑھائی مگر اپنا وقت خراب کیا۔ حاضرین بہت محظوظ ہوئے، پھر لطائف کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا۔ حضرۃ الاستاذ کے علمی مذاکروں میں اکثر اس قسم کے لطائف نمک کا کام دیتے تھے اور ہمیشہ ان کی صحبت باغ و بہار رہتی۔'' (یادایام، ص: ۴۱)

مولانا عبدالماجد دریابادیؒ

[۱۹۷۷-۱۸۹۲]

شبلی کا فیض

''ان سطور کے بے علمے راقم کو اردو لکھنا پڑھنا تھوڑا بہت جو کچھ بھی آیا وہ بڑی اور بہت بڑی حد تک فیض انہیں حضرت شبلی کا ہے۔ فیض الندوہ کے ایڈیٹر کا، موازنہ اور شعرالعجم کے فن کار کا اور الفاروق، الکلام، سیرۃ النبیؐ کے مصنف کا، اس ذات کا جس میں بیک وقت ایک شاعر و سخن سنج، ایک مورخ و محقق، ایک مبصر و ناقد، ایک عالم و معلم، ایک ادیب و انشا پرداز، ایک مصنف و اہل قلم کے کمالات جمع تھے۔''

(ماہنامہ ادیب، علی گڑھ، شبلی نمبر ص ۷)

شبلی کا کلمہ

''الندوہ نے دل و دماغ کو اتنا متاثر کیا کہ اور سارے، رسالے جریدے نظر سے گر گئے اور دل و جان سے شبلی کا کلمہ پڑھنے لگا۔ مولانا شبلی کا علم و فضل، اسلوب زبان و طرز بیان سب دماغ پر چھا گئے اور کہنا چاہئے کہ علمی و قلمی زندگی کا ایک نیا دور اسی وقت شروع ہو گیا۔ عملاً اب بھی میدان وہی ''اودھ اخبار'' وغیرہ کا قائم رہا، لیکن نظر کا معیار اب اس سے کہیں بلند ہو گیا تھا۔'' (آپ بیتی، ص: ۲۱۱-۲۱۲)

پیرومرشد

''(مولانا سے) ملاقات کا عام وقت سہ پہر کا تھا۔ادھر سہ پہر ہوا اور ادھر قدم خود بخود آستانہ شبلی کی طرف اٹھ گئے۔اس وقت مولانا کی حیثیت گویا پیرومرشد کی تھی۔سیاست ہو یا مذہب، شاعری ہو یا ادب، تاریخ ہو یا فلسفہ، علم وفن کے ہر شعبہ، ہر شاخ میں مرجعیت انہیں کو حاصل۔وہ امام میں مقلد، وہ رہنما میں مسافر، وہ طبیب میں مریض۔''

(انشائے ماجدی، ص:۲۸۳)

قلب ماہیت

''ہاں اسی درمیان مولانا شبلی کی سیرۃ النبیؐ کی جلد اول شائع ہو چکی تھی۔اسے خوب غور سے پڑھا تھا اور اس سے بھی یہ اثر قبول کیا تھا۔صاحب سیرت کی رسالت پر ایمان تو اب بھی دور کی چیز تھی، لیکن مارگولیس وغیرہ کے اثر سے نعوذ باللہ جو ایک خداع اور خونخوار سردار کا تصور قائم ہو گیا تھا، آنکھوں سے یہ زنگ اسی سیرت کے مطالعہ کی برکت سے کٹ چکا تھا اور اس کی جگہ ایک خوش نیت مصلح قوم کے تخیل نے لے لی تھی۔'' (اہل علم کی محسن کتابیں، ص:۱۷)

سیرۃ النبیؐ کا احسان

''اس دور کی ابھی ابتدا ہی تھی کہ مولانا شبلی کی سیرۃ النبیؐ کی جلد اول پریس سے باہر آ گئی۔کتاب شبلی کے قلم سے تھی۔موضوع کچھ بھی سہی، کیسے نہ اس کو شوق کے ہاتھوں کھولتا اور اشتیاق کی آنکھوں سے پڑھتا، کھولی اور جب تک اول سے آخر تک پڑھ نہ لی دم نہ لیا۔دل کا اصلی چور تو یہیں تھا اور نفس شوم کو سب سے بڑی ٹھوکر جو لگی تھی وہ اسی سیرت اقدس ہی کے متعلق تو تھی۔مستشرقین ومحققین فرنگ کے حملوں کا اصل ہدف تو ذات رسالت ہی تھی، خصوصاً غزوات محاربات، ظالموں نے بھی تو طرح طرح سے دل میں بٹھا دیا تھا کہ ذات مبارک نعوذ باللہ بالکل ایک ظالم فاتح کی تھی۔شبلی نے [اللہ ان کی تربت ٹھنڈی رکھے] اصل دوا اسی

درد کی کی۔ مرہم اسی زخم پر رکھا اور کتاب جب بند کی تو چشم تصور کے سامنے رسول عربیؐ کی تصویر ایک بڑے مصلح ملک وقوم اور ایک رحم دل وفیاض حاکم کی تھی۔ جس کو اگر جدال وقتال سے کام لینا پڑا تھا تو پھر بالکل آخر درجہ میں، ہر طرح سے مجبور ہو کر، یہ مرتبہ یقیناً آج ہر مسلمان کو رسول و نبی کے درجہ سے کہیں فروتر نظر آئے گا اور شبلی کی کوئی قدر و قیمت نظر میں نہ آئے گی، لیکن اس کا حال ذرا اس کے دل سے پوچھئے جس کے دل میں نعوذ باللہ بغض وعناد اس ذات اقدس کی طرف سے جما ہوا تھا۔ شبلی کی کتاب کا یہ احسان میں کبھی بھولنے والا نہیں۔''

(آپ بیتی، ص: ۲۴۸)

اسلوب نگارش

''سلاست، متانت، شستگی، شبلی کے قلم کے جوہر تھے۔ دقیق بلکہ ادق سے ادق مسئلہ کو لیتے اور شرح و بیان میں اس ہنر مندی سے کام لیتے کہ معمولی استعداد والے کو بھی مسئلہ کے اطراف و جوانب مالہ وماعلیہ پر حاوی ہو جانے کا حوصلہ ہو جاتا۔ الکلام اور بعض مقالوں میں منطق وفلسفہ اور کلامیات کی اچھی خاصی علمی بحثیں آ گئی ہیں۔ شبلی کے قلم کے اعجاز نے ہر جگہ ہنر کو بیان کر دیا ہے۔'' (ماہنامہ ادیب شبلی نمبر، ص: ۷)

عربی زبان پر دسترس

فصیح عربی تحریر پر بے تکلف قادر تھے اور اس پر شاہد عدل ان کا عربی رسالہ الانتقاد علی تاریخ التمدن الاسلامی ہے۔ عربیت کا یہ وصف علمائے ہند میں کمتر ہی کسی کے حصے میں آیا ہے۔

(ماہنامہ ادیب شبلی نمبر، ص: ۸)

مزاج

''مزاج میں حدت وحرارت کے باوجود بڑی لطافت، بڑی مروت تھی اور شاگردوں

اورخردوں کے حق میں مجسم شفقت وعنایت تھے۔زاہد خشک نہ تھے، دنیا کی رنگینیوں سے بھی حدود کے اندر لطف لیتے تھے۔ بعد کو معاندین نے بعض خطوط کی آڑ لے کر اس بات کا بتنگڑ بنادیا۔‘‘(ماہنامہ ادیب شبلی نمبر،ص:۸)

معمولات

’’صبح سویرے اٹھتے ، کچھ ٹہلتے اور گنگناتے اوراس کے بعد قلم دوات سے دو چار صفحہ فل اسکیپ سائز کے لکھ ڈالتے اور مسودہ میں کاٹ پیٹ اچھی خاصی کرتے جاتے ،معمولاً دوگھنٹہ سے زیادہ تصنیفی کام نہ کرتے۔ دن کا باقی وقت مطالعہ اور کتابوں کی الٹ پلٹ میں گذارتے۔فرمایا کرتے تھے کہ جب تک طبیعت تازہ دم رہے بس اسی وقت تک لکھو۔‘‘

(ایضاً،ص:۱۰)

چائے۔اورغذا

چائے کثرت سے اورخوب تیز پیتے اوراس کا سلسلہ فجر سے قبل ہی شروع ہوجاتا۔ بیوی کا انتقال کئی سال قبل ہو چکا تھا،لکھنو میں تنہا ہی رہتے تھے۔ملازم کوسردی کے موسم میں صبح تڑکے چائے کے لئے پکارتے ۔وہ بیچارا کڑکڑا کر رہ جاتا۔چائے کے ساتھ دودھ کا التزام نہ تھا۔البتہ شکر پیالی میں ڈالنے کےعلاوہ چمچے سے بھی پھانکتے جاتے ۔مٹھائی سے بڑی رغبت تھی اورمٹھاس خوب تیز چاہتے اوررساول کے تورسیا تھے۔آخر میں غذا بہت قلیل رہ گئی تھی۔قبل مغرب ہم لوگوں کے ساتھ بازار سے دو کلچے اورایک آدھ کباب منگا کر کھالیتے اور یہی رات کا کھانا ہوگیا۔‘‘(شبلی شناسی کےاولین نقوش،ص:۱۸۷)

معارف

آئندہ مورخ کا قلم جب ہندوستان کی علمی ودینی صحافت کی تاریخ لکھے گا تو اسے

معارف کو چار و نا چار ایک بلند و ممتاز مرتبہ اور ایک سنگ میل کا امتیاز دینا ہوگا اور بتانا ہوگا کہ اس شمع نے کتنے اندھیرے گھروں میں اجالا پھیلایا اور پھر اس ایک چراغ سے کتنے چراغ اور جلائے گئے۔(ماہنامہ علی گڑھ،شبلی نمبر،ص:۱۰)

مثنوی صبح امید

''مولانا(شبلی)کے اردو سرمایے میں سب سے قیمتی ان کی ایک مثنوی مختصر سی کل ۲۰ر صفحہ کی 'صبح امید' کے نام سے ۱۸۸۴ء یعنی مولانا کے ابتدائی دور کی کہی ہوئی بہ قامت کہتر بہ قیمت بہتر کی ایک چمکیلی مثال۔مثنوی کا مضمون نہ فاسقانہ ہے نہ عاشقانہ،تمام تر قومی یا ملی ہے، لیکن موضوع کی اس سنجیدگی کے باوجود ایسی بانکی،ایسی سجیلی،ایسی البیلی کہ گلزار نسیم اور ترانۂ شوق کی ہم نوا سرسید اور ان کی تحریک اصلاح پر ہے۔''(انشائے ماجدی،ص ۷۸)

بے مثال علمی شغف

مولانا کا سب سے بڑا وصف ان کا مشغلہ علم تھا۔کتب بینی ان کی غذا تھی اور مطالعہ ان کا اصلی ذوق۔انہیں کتب خانہ دیدیا جاتا تو بس اب انہیں نہ کھانے کی پروا تھی نہ سونے کی۔ ان کا سب سے بڑا راحت کدہ ان کا کتب خانہ ہی تھا۔یہ ذوق ان کی اصل طبیعت و شرست بن گیا تھا اور چونکہ یہ حال تھا محض قال نہ تھا،آمد تھی آورد نہ تھی اور تکلف و تصنع کو اس میں دخل نہ تھا،اس لئے ان کا یہ ذوق متعدی بھی تھا اور دوسروں کو قوت کے ساتھ متاثر کرتا رہتا اور جو بھی ان کی صحبت میں اٹھا بیٹھا وہ خود بھی اگر مصنف نہیں تو مضمون نگار تو بن ہی گیا۔ جمال ہم نشیں در من اثر کرد' کی تصدیق۔''(شبلی شناسی کے اولین نقوش،ص:۱۹۹)

مصنف گر

مولانا(شبلی)کی عظمت کے لئے یہ کیا کم تھا کہ وہ اردو کے عظیم ترین مصنفوں میں

سے ایک ہوئے ہیں، لیکن اس سے بھی بڑھ کر یہ ہے کہ وہ مصنف گر تھے۔ ایک مجسم ٹکسال تھے جس سے مصنف اور اہل قلم ڈھل ڈھل کر نکلتے رہے۔ جن جن کو ان کی اتالیقی اور دست نے تصنیف و تالیف کی اونچی کرسی تک پہنچا دیا، ان کی مکمل فہرست کوئی تیار کرنا چاہے تو اسے خاصی طوالت سے کام لینا پڑے گا۔ لیکن چند نام لے دینے تو بہرصورت واجب ہیں اور چند کیا معنی جو نام سرفہرست ہے وہ ایک ہی ایسا ہے جو شاگرد کے ساتھ خود استاد کا نام چمکانے کو کافی ہے۔ اس ایک سے مراد آپ خود ہی سمجھ گئے ہوں گے کہ مولانا سید سلیمان ہیں جو حقیقی جانشین شبلی اعظم کے رہے۔ ندوہ اور اس کے دارالعلوم ہی کے سیاق میں نہیں بلکہ اس سے بھی بڑھ کر تصنیف و تالیف کے سلسلے میں اور پھر آگے چلئے تو نام مولانا عبدالسلام ندوی مرحوم اور مولانا عبدالباری ندوی سلمہ اللہ اور ضیاء الحسن علوی مرحوم اور مولوی اکرام اللہ خاں مرحوم، سید ظہور احمد وحشی مرحوم، اور حاجی معین الدین احمد مرحوم اور پروفیسر عبدالوحید مرحوم کے نام بے ساختہ یاد پڑتے ہیں بلکہ اگر باضابطہ شاگردی کی قید اڑا دی جائے تو مولانا ابوالکلام مرحوم اور مولانا عبداللہ عمادی کے سے بزرگوں کے نام بھی اس صف میں آسکتے ہیں۔ اور اس مقالہ نویس کی تو کچھ پوچھئے ہی نہیں۔ اس بے علمے کو جو کچھ بھی الٹا سیدھا لکھنا لکھانا آیا وہ بس اسی آستانے کا فیض ہے۔ پہلے تو انہیں حضرت کے مضمون اور کتابیں پڑھ پڑھ کر اور ان کی نقالی میں کمال پیدا کر کے یہاں تک کہ ان کی خاص خاص ترکیبیں اور لفظ از بر ہو گئے تھے۔ اور پھر اسی زندہ بساط کے ایک ادنیٰ حاشیہ نشیں بن کر۔

اور لیجئے یہ سارے نام تو صرف ندوہ کے سلسلے میں ہوئے، باقی ۱۶ر سال مولانا نے علی گڑھ میں بھی تو گذارے۔ اللہ جانے کتنے اہل قلم اور اہل علم اس علی گڑھی دور میں اس چشمہ فیض سے سیراب ہوئے ہوں گے۔ سید سجاد حیدر، خواجہ غلام الثقلین، مولانا محمد علی، مولوی محمد عزیز مرزا، حسرت موہانی، مولوی ظفر علی خاں، اور غالباً میر محفوظ علی بھی۔ سب سے آخر میں نام وہ یاد پڑا جسے سب سے پہلے یاد آنا چاہئے تھا، یعنی بابائے اردو ڈاکٹر عبدالحق، اسے یہیں ٹانکے دیتے ہیں۔'' (شبلی شناسی کے اولین نقوش، ص: ۲۰۴-۲۰۵)

حق ادا کر دیا

تنوع یا رنگا رنگی کی دولت علامہ شبلی کے نصیب میں آئی، تاریخ ہو یا سوانح نگاری، شعر ہو یا نقدِ شعر، کلام ہو یا فلسفہ، جس موضوع پر قلم اٹھایا اب چاہے چھوٹا مقالہ ہو یا بڑی کتاب، لکھنے کا حق ادا کر دیا۔‘‘ (ماہنامہ معارف، مارچ ۱۹۶۵ء، ص:۱۹۴)

مفتی انتظام اللہ شہابی

[۱۸۹۲-۱۹۷۴ء]

زیب النساء

’’شہزادی زیب النساء مرحومہ کی چند سوانح عمریاں نظر سے گذریں۔ ان میں سے رسالہ علامہ شبلی نعمانی مرحوم کا تو محققانہ ہے۔ باقی ہر ایک خرافات کا مجموعہ ہے۔‘‘

(سوانح عمری شہزادی زیب النساء، ص:۱)

خیرالدین زرکلی

[۱۸۹۳-۱۹۷۶ء]

محقق اور مذہبی مصلح

’’علامہ شبلی ہندوستان کے ایک محقق اور مذہبی مصلح تھے۔ ان کے اجداد کی تیرہویں پشت میں شیوراج سنگھ نے اسلام قبول کیا اور سراج الدین کے نام سے موسوم ہوئے۔ وہ ضلع اعظم گڑھ کے ایک گاؤں بندول میں پیدا ہوئے۔ رام پور، لاہور اور سہارن پور میں تعلیم پائی۔ اس کے بعد حج کیا اور حجاز کے اکثر علما سے ملاقات کی۔ ۱۳۰۰ھ میں جامعہ علی گڑھ میں عربی زبان کی تدریس پر مامور ہوئے اور اس کی ترقی کے لئے بڑی کوششیں کیں۔ عربی میں چند اہم کتابیں تصنیف کیں۔ پھر دارالعلوم ندوۃ العلماء کی تاسیس وتشکیل میں حصہ لیا اور اپنے وطن اعظم گڑھ میں دارالمصنّفین قائم کیا، جہاں سے سیکڑوں کتابیں شائع ہوئیں اور مجلّہ معارف نکل

رہا ہے۔دنیائے اسلام سے ان کے گہرے تعلقات تھےاوراس کی سیاسی واجتماعی بیداری اور ترقی سے انھیں خاص دلچسپی تھی۔ان کی عربی تصنیفات میں الانتقادعلی تاریخ التمدن الاسلامی لجرجی زیدان اورالجزیہ وغیرہ ہیں۔وہ اردوہی کی طرح عربی وفارسی کےبھی ماہر تھے۔''

(خیرالدین زرکلی۔الاعلام ج۳،ص۲۷)

میاں بشیراحمد بی اے

[۱۸۹۳-۱۹۷۱ء]

اسلام کی اصل تصویر

''شبلی کی تصانیف میں ہم اصل اسلام کی تصویردیکھتے ہیں۔اس کے تمدن میں،اس کےفلسفہ میں،اس کےشعروادب میں۔''(ماہنامہ ہمایوں لاہور،مئی ۱۹۳۰ء ص۴۲۰)

اردوادب میں

''شبلی علماء میں مقبول نہ ہوسکے۔باقی رہے جدید تعلیم یافتہ حضرات،سوانہیں شبلی کی ماضی پرستی سے قدرتاً کچھ دلچسپی نہیں ہوسکتی۔تحریک خلافت کے عارضی وقفہ کےسواان لوگوں میں شبلی نامقبول ہی رہے۔البتہ اردوادب میں انہوں نے وہ مقام حاصل کیا جس میں ان کی یکتائی کوان سےکوئی چھین نہیں سکتا۔''(البصیراسلامیہ کالج چنیوٹ،شبلی نمبر،ص۵۲)

الفاروق

''وہ کتاب جس نے اوائل عمر میں مجھ پرسب سے زیادہ اثر ڈالاشبلی کی الفاروق تھی۔اسلام،تاریخ،کہانی،سیاست،راست بازی،اس میں یہ سب کچھ تھا،گویالڑکپن میں مجھےایک رہنما مل گیا۔میں نے جانابس یہی اسلام ہے۔برسوں گذرگئے،کئی مرتبہ الحادنے کامیابی کے ساتھ میرے دماغ پرحملہ کیا،لیکن دل جس الفاروقی رنگ میں پہلی عمر میں رنگا جاچکا تھاوہ رنگ

کچھ نہ کچھ باقی رہا۔ ایک تو عمر ایسی تھی کہ جو اثر پڑا وہ مٹ نہ سکا اور دوسرے کتاب بھی ایسی عظیم الشان تھی کہ جب میرے ایک دہلوی ادیب دوست نے اس پر دو سال ہوئے نکتہ چینی کی تو مجھے ایسا معلوم ہوا کہ گویا مجھ پر ذاتی حملہ کیا گیا ہے۔ سیرۃ النبیؐ پڑھنے کے بعد بھی میری پسند کی کتاب الفاروق ہی رہی۔ حضرت عمرؓ کا وہ صحرا میں اپنے غلام کو اونٹ پر بیٹھا کر اس کے آگے آگے چلنا، وہ راتوں کو گشت کرنا، وہ ایک بڑھیا کا دلیری سے کہنا اتق اللہ یا عمرؓ، اسلام کا وہ دو بڑی سلطنتوں پر چھا جانا، ان کا اثر آج تک طبیعت سے زائل نہیں ہوا۔''

(اہل علم کی محسن کتابیں، ص ۵۳)

مولانا غلام رسول مہر

[۱۸۹۳-۱۹۷۱ء]

امام ابن تیمیہؒ

''ظنون فاسدہ واوہام باطلہ کے اس ظلمت زار میں احقاق حق کی پہلی مشعل شمس العلما مولانا شبلی نے روشن کی۔ نور اللہ تعالیٰ مرقدہ۔ یعنی امام کے احوال وسوانح پر ایک مختصر سا مقالہ بہ زبان اردو رقم فرمایا، جو ان کی مشہور کتاب مقالات شبلی میں موجود ہے۔ اس میں جزم کے ساتھ دعویٰ کیا کہ مجددیت کی جس قدر خصوصیتیں امام کے وجود مبارک میں جلوہ گر ہیں ان کی نظیر بہت کم مل سکتی ہے۔ اور ریفارمر یا مصلح ومجدد کا اگر کوئی اصلی مصداق ہو سکتا ہے تو وہ ابن تیمیہ ہیں۔'' (سوانح ابن تیمیہ، ص ۱۸)

رشید احمد صدیقی

[۱۸۹۴-۱۹۷۷ء]

جمالیات کا رمز آشنا

''سرسید کے ساتھیوں میں شبلی سے زیادہ جمالیات کا رمز آشنا دوسرا نہ تھا۔ یہ رنگ ان

کے خطوط اور غزلوں میں بالخصوص اور دوسری اصناف انشاپردازی میں بالعموم ملتا ہے۔ان کی نثر و نظم میں وہ رامش و رنگینی ہے جسے عجم کالمس کہہ سکتے ہیں۔شبلی طبعاً شاعر تھے۔یہ رنگ ان کی تحریر و تقریر سب میں جھلکتا ہے۔''(ماہنامہ معارف (سلیمان نمبر)ص:۱۰۷)

مولانا سعید انصاری

[۱۸۹۴-۱۹۶۲ء]

علوئے مرتبت

''پاک نژاد ہندیوں! ان تحریروں میں جو جہاں گیر کے''پورب شیراز ماست'' کے خطہ کے سبب سے مشہور، ہمہ داں ادیب و شاعر علامہ شبلی کے قلم سے نکلی ہیں تم کو نظر آئے گا کہ تمہارا افاضل اجل دنیا کے علمی و ادبی مشاہیر کے دوش بدوش کھڑا ہے۔تم کو بھی اب حق پہنچتا ہے کہ متمدن اقوام عالم کی صف میں جا کر کھڑے ہو اور فخر و مباہات کے ساتھ اپنی گردن بلند کرو۔''(ماہنامہ ادیب، علی گڑھ، شبلی نمبر، ص:۲۰۷)

سعید نفیسی

[۱۸۹۵-۱۹۶۶ء]

شعر العجم

''فارسی ادب سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے یہ کتاب ہمیشہ رہنما اور روشنی ثابت ہوگی، کیونکہ شبلی نے اپنی کتاب میں اپنی نقادانہ موشگافیاں اور مہارت ظاہر کردی ہے۔تعجب کی بات یہ ہے کہ وہ شخص جو ایران سے بہت دور ہو اور جس نے ایران کی سرزمین پر کبھی قدم نہ رکھا ہو اور نہ ہی اسے اہل زبان کے ساتھ صحبت میسر رہی ہو وہ اس زبان کے رموز سے اس قدر آشنا اور اس کی مشکلات کے بارہ میں اپنی صائب رائے کس طرح دے سکا۔''

(مقدمہ شعر العجم ج ۳)

مرزا احسان احمد

[۱۸۹۵-۱۹۷۲ء]

جدت آفریں دماغ

''ایک کامل الفن مصنف کے لئے سب سے زیادہ ضروری شرط تحقیق و تنقید کی صلاحیت ہے۔ اس لحاظ سے موجودہ دور کے مصنّفین میں علامہ مرحوم کو جو امتیازی درجہ حاصل تھا، اس کا حق وانصاف کی زبان منکر نہیں ہوسکتی۔ اس کی بہترین شہادت ان کی متعدد علمی وادبی تصانیف ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ قدرت نے ان کو کتنا جدت آفریں دماغ، کتنی نکتہ رس نگاہ اور کتنا سلاست رو اور پر زور قلم عطا کیا تھا۔'' (ماہنامہ ادیب، علی گڑھ، شبلی نمبر، ص ۳۶)

ایرانی طرز ادا

''ہمارے نزدیک بہ حیثیت فارسی شاعر ان کا اصلی کمال ان کی خالص ایرانی طرز ادا ہے، جو بہت کم ہندی نژاد فارسی شعرا کے کلام میں نظر آتی ہے۔ علامہ نے تقریباً ہر صنف سخن میں طبع آزمائی کی ہے، لیکن ہر جگہ زبان کے لحاظ سے اپنے صحیح ذوق فارسیت کا ثبوت دیا ہے، یعنی ہندوستان میں بیٹھ کر انہوں نے وہ زبان استعمال کی ہے، جس پر اہل زبان کو بھی حرف گیری کی جرأت نہیں ہوسکتی۔'' (مقالات احسان، ص:۶۳)

طرز تحریر

''میرے نزدیک اردو انشا پردازی کا بہترین نمونہ علامہ شبلی مرحوم کا طرز تحریر ہے۔ ز میں نے اپنے مضامین میں اسی انداز انشا کی تقلید کی ہے اور بہت کچھ فائدہ اٹھایا ہے۔''
(پیام کیف، ص:۶)

مضامین عالم گیر

''علامہ کا دل اگر چہ ہمہ تن اسلامی جوش سے لبریز تھا لیکن پورے مضمون میں عالم گیر کی بے جا حمایت یا طرف داری کا کوئی شائبہ نظر نہیں آتا۔'' (مقالات احسان ص۷۳)

پروفیسر نصیر الدین ہاشمی

[۱۸۹۵-۱۹۶۴ء]

عقیدت

''مجھے بچپن سے مولانا شبلی کی کتابوں سے محبت رہی ہے۔ اور میں نے مولانا (شبلی) کی کتابیں کئی کئی مرتبہ پڑھی ہیں۔'' (ماہنامہ کریسنٹ، لاہور (شبلی نمبر) ص:۱۳)

ڈاکٹر سید عابد حسین

[۱۸۹۶-۱۹۷۸ء]

اسلوب بیان

''شبلی نے مجرد منطقی فکر کو مصور شاعرانہ تخیل میں سمو کر ایک ایسا دلکش اسلوب بیان ایجاد کیا جس نے ان کی تحریر کے دائرہ اثر کو بہت وسیع کر دیا۔ یہ اسلوب تخیل کے تاریک گوشوں پر عقل کی روشنی ڈالتا ہے۔ فکر کے بے رنگ خاکوں میں شعر کا رنگ بھرتا ہے اور جس طرح دور بین مکان کے فصل کو مٹا دیتی ہے یہ زمانے کے فصل کو مٹا کر ماضی کو حال بنا دیتا ہے۔ یوں تو شبلی شاعر بھی تھے اور نقاد بھی، مورخ بھی تھے اور سیرت نگار بھی، معلم بھی تھے اور مصلح بھی، مگر ان کی یہ سب حیثیتیں تابع تھیں ایک مرکزی حیثیت کے۔ وہ اسلامی تہذیب کے ترجمان تھے جو ماضی کی زبان میں ترجمہ کرتے تھے۔ اس ترجمے کی علمی صحت یعنی حرف بہ حرف اصل سے مطابقت ایک الگ بحث طلب امر ہے، لیکن اس کی ادبی لطافت، زور اور اثر میں کسی کو شبہ نہیں ہوسکتا۔ اپنے کمال انشاپردازی کو انھوں نے اس مقصد کے لئے استعمال کیا کہ تعلیم یافتہ

مسلمانوں کے تہذیب مغرب سے مسحور دل ودماغ کو تہذیب اسلامی کے تصور سے مانوس کر دیں اوراس میں بڑی حد تک کامیاب ہوئے۔'' (مولانا شبلی کا مرتبہ اردوادب میں، ص۔۲)

پروفیسر شیخ عطاءاللہ

[۱۸۹۶-۱۹۶۸ء]

ولولہ اصلاح حال

''مولانا شبلی مرحوم کے جوہر ذاتی، جذبہ ملت دوستی، مقابلہ انقلاب اور ولولہ اصلاح حال تھے۔علی گڑھ میں سرسید کے دامن تربیت میں نشو ونما پائی۔مولانائے مرحوم نے اپنی زندگی ان مختلف میدانوں میں جوان کی طبیعت وصلاحیت کے جولان گاہ تھے، خدمت ملت کے لئے وقف کردی اور تنہا تعلیمی، مذہبی، ادبی اور تاریخی شعبوں میں اتنا کام کر گئے کہ بڑی بڑی انجمنیں مدتوں میں انجام نہیں دے سکتیں۔ وہ اپنے زمانہ میں عالم اسلام کے چند ممتاز علماء میں سے تھے۔ ان کا ایک کارنامہ ارباب علم وبصیرت کی وہ جماعت ہے جو اسی نوعیت کی خدمات دارالمصنّفین اعظم گڑھ کے نام سے انجام دے رہی ہےاور جس کے پایہ کی کوئی دوسری جماعت کسی اسلامی ملک میں موجود نہیں۔ تقسیم ہند کے بعداس جماعت سے پاکستان کا تعلق گویاختم ہو چکا ہےاور خود پاکستان میں اس قسم کے ایک ادارہ کی تشکیل کی اشد ضرورت ہے۔''
(انتخاب مکاتیب سرسید، شبلی اوراقبال، ص:۳)

رام بابوسکسینہ

[۱۸۹۶-۱۹۵۷ء]

جامع الاذواق

''مولانا شبلی نعمانی اپنے زمانے کے مشہورترین وقابل ترین بزرگوں میں تھے۔ نہایت کثیرالاشواق اور جامع الاذواق تھے۔اگرکوئی شخص ایک شاعر، فلسفی، مورخ، ناقد، ماہر

تعلیم، معلم، واعظ، رفارمر، جریدہ نگار، فقیہ، محدث، سب کچھ ہوسکتا ہے تو وہ مولانا ہی کی ذات تھی کہ انہوں نے ان سب کمالات مختلفہ اور علوم وفنون متنوعہ کا اپنی ذات میں اجتماع کر لیا تھا۔''

(تاریخ ادب اردو حصہ دوم، ص: ۴۲۶)

مثنوی صبح امید

''یہ کتاب ایک زمانہ میں اس قدر مقبول اور علی گڑھ کالج کے طلبہ کو اتنی پسند تھی کہ اکثر اوقات وہ اس کو اسٹیج پر خوش آوازی سے پڑھتے اور لوگوں کے دلوں کو بے چین کرتے تھے۔''

(تاریخ ادب اردو حصہ دوم، ص ۶۷)

اختر جوناگڑھی

[۱۸۹۷-۱۹۵۶ء]

مردہ دلوں میں.......

''اس میں شک نہیں کہ مسدس حالی کا سا قبول عام مثنوی صبح امید کو نصیب نہیں ہوا، لیکن حقیقت یہ ہے کہ نفس شاعری اور فن کے لحاظ سے مثنوی کا درجہ بلند ہے۔ اس میں جو آمد، زورِ سخن اور جوش بیان پایا جاتا ہے، وہ مسدس میں نہیں ہے۔ خصوصاً مسدس میں جو یاس انگیز حالت کا نقشہ کھینچا گیا ہے، وہ جادہ عمل پر گامزن ہونے کی تحریک نہیں پیدا کرتا۔ برخلاف اس کے مثنوی کا ایک ایک شعر قوم کے شاندار ماضی سے ایک امید افزا مستقبل کی طرف رہنمائی کرتا اور مردہ دلوں میں تازہ روح پھونکتا ہے۔''

(تماہی ہندوستانی الہ آباد ۱۹۳۶ء ص ۴۴۴)

علی عباس حسینی

[۱۸۹۷-۱۹۶۹ء]

جامعیت

''مولانا شبلی نعمانی بڑے اچھے خطیب، متکلم، انشاپرداز، ناقد، بابصیرت عالم، شاعرو سخن فہم، مورخ، سوانح نگاروسیرت نویس ہونے کے ساتھ ساتھ ندوۃ العلما لکھنواور دارالمصنّفین (شبلی اکیڈمی) اعظم گڑھ کے بانی بھی تھے۔انہوں نے شعرالعجم اورموازنہ انیس ودبیر لکھ کراردوادب کی اورمختلف سیرتیں اورسوانح حیات لکھ کراسلامیات کی بڑی خدمت کی ہے۔انہیں بات کوسمجھا کر کہنے کا سلیقہ تھا۔وہ اردونثر کے عظیم فن کاروں میں تھے۔ان کی ہمہ جہت وباکمال شخصیت پرمختلف پہلوؤں سے کام کیا جاسکتا ہےاورداد تحقیق دی جاسکتی ہے۔''

(کریسنٹ لاہور،شبلی نمبرص ۱۵)

ملا رموزی

[۱۸۹۹-۱۹۵۲ء]

ایک صدی تک نہ مریں گی

''خصوصاً علامہ شبلی علم وادب کے ایسے گرامی منزلت مشہور ہیں کہ ان کا پیدا کیا ہوا ادب، اسلوب نگارش، طرایق وتحقیق اور وہ لکھنؤ میں بندروں کے پل سے ذرا آگے چل کران کا بنایا ہوا ندوۃ العلما اور وہاں سے ای آئی آر پرسوار ہوکر وہ علی گڑھ کا کالج تو ایسی چیزیں ہیں جو ابھی ایک صدی تک نہ مریں گی، نہ اپنے اثرات کو کمزور ہونے دیں گی۔بخلاف ممدوح محترم کے حضرت آزاد کا ادب اب کمزور سا ہو چلا ہے اور دماغوں سے آزاد مغفور کا تحریری اثر زائل سا ہوتا جاتا ہے، جیسے حضرت علامہ شرر مغفور کے ناول اب کم فروخت ہونے لگے ہیں اور خواجہ حسن نظامی کا روزنامچہ کافی دلچسپی سے پڑھا جارہا ہے، مگر ایک اپنے علامہ شبلی مغفور کہ آپ کی تحریری زندگی اس وقت کے کام کرنے والی جماعت پر یوں سوار ہے کہ ایک صدی تک بھی

اترنے کا نام نہ لے گی۔ ....بس اور تو کچھ نہیں اس ندوے کی وجہ سے دیوبند، بریلی، سہارن پور اور مرادآباد کی قدیم درسگاہوں میں طلبہ جمائیاں لینا بھول گئے ،یعنی مذہبی درس گاہوں کا وہ پرانا کسل، جمود، بے عملی ،تاریک خیالی اور بے حسی کو اگر فنا کیا ہے تو علامہ شبلی کے ندوہ نے اور اس مکان سے جس مرتبہ کے لوگ فارغ ہو کر نکلے ہیں، انہوں نے اسلامی ہند کے فکری، عملی، علمی، معاشرتی ، اخلاقی ، اثری و ادبی اور مذہبی حالات کو کچھ اس درجہ خوبی سے متاثر اور منقلب کیا ہے کہ تعریف نہیں کی جا سکتی۔'' (ماہنامہ خضر راہ لکھنو، شبلی نمبر، ص:۹۲-۹۳)

سجاد ظہیر

[۱۸۹۹-۱۹۷۳ء]

عظمت شبلی کا راز

شبلی کی عظمت کا راز کیا ہے؟ وہ اسلامیان ہند کی تہذیبی زندگی کے اس موڑ کے رہنما ہیں جہاں پر سرسید کا بنایا ہوا راستہ تاریخی اعتبار سے ختم ہوتا ہے اور وہ شاہراہ آزادی شروع ہوتی ہے جس پر ابوالکلام آزاد، محمد علی ، مختار احمد انصاری اور خود علامہ اقبال جیسی مقتدر ہستیاں گامزن نظر آتی ہیں۔'' (رپورٹ آل انڈیا اردو کانگریس جولائی ۱۹۴۴ء، ص:۱۶۹)

شوکت تھانوی

[۱۹۰۴-۱۹۶۳ء]

بڑے اچھے آدمی تھے۔

''جہاں تک علامہ شبلی نعمانی کا تعلق دارالعلوم ندوہ سے ہے وہ یقیناً سرسید علیہ الرحمہ کی طرح بڑے اچھے آدمی تھے۔ جس طرح سرسید علیہ الرحمہ نے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی بنیاد ڈال کر مسلمانوں کی دنیا میں ترقی کرنے کا حق دار بنا دیا بالکل اسی طرح علامہ شبلی کا یہ احسان بھی ناقابل فراموش ہے کہ انہوں نے دارالعلوم ندوہ جیسی درس گاہ کا انتظام فرما کے ان مسلمانوں کو

ٹھکانے لگا دیا جو ٹھیٹھ مذہبی تعلیم پانے کے بعد بس 'مولانا' ہو کر رہ جاتے تھے اور کچھ نہیں۔''

(ماہنامہ خضر راہ، لکھنو، شبلی نمبر، ص:۱۱۲)

محمد علی مدرس

[۱۹۰۴-۱۹۸۷ء]

تقاضوں سے باخبر عالم

''علامہ شبلی نعمانی چودھویں صدی ہجری کے اوائل میں ہندوستان کے علمائے اسلام میں تھے۔ انھوں نے اسلامی ممالک کی سیاحت کی اور وہ زمانہ کے حالات اور تقاضوں سے بہت باخبر تھے۔ فارسی، عربی اور اردو تینوں زبانوں سے بخوبی واقف تھے۔ ان کی تصنیفات میں انتقاد، تاریخ التمدن الاسلامی جرجی زیدان جو قاہرہ میں چھپی ہے، تاریخ عمر بن خطاب (الفاروق) اور کتاب الجزیہ ہیں جو ہندوستان میں چھپی ہیں۔ ۱۳۳۲ھ میں انتقال ہوا۔''

(ریحانۃ الادب، ج ۳، ص ۱۸۳)

شاہ معین الدین احمد ندوی

[۱۹۰۴-۱۹۷۴ء]

سوانح مولانا روم

''اردو میں سب سے پہلے مولانا شبلی مرحوم نے مولانا روم کی سوانح عمری لکھی، لیکن اس میں سوانح کا حصہ بہت مختصر ہے۔ زیادہ زور مثنوی کی خصوصیات دکھانے میں صرف کیا گیا ہے جو مصنف کا اصل مقصود تھا۔ سوانح کی اس کمی کو قاضی تلمذ حسین مرحوم سابق ناظم دارالترجمہ حیدرآباد نے پورا کیا ہے۔''

(صاحب المثنوی، ص:۱)

سیرۃ النبیؐ

یہ کتاب اپنی خصوصیات میں سیرت کے سارے ذخیرہ کتب میں خواہ وہ کسی زبان میں لکھی گئی ہوں منفرد حیثیت رکھتی ہے۔حتیٰ کہ عربی زبان میں بھی اس نوعیت کی ایسی جامع سیرت نہیں لکھی گئی۔'' (معارف سلیمان نمبر،ص ۱۷۸)

ڈاکٹر محی الدین قادری زور

[۱۹۰۵-۱۹۶۲ء]

دور سرسید کا آخری ادیب

''علامہ شبلی اردو کے ایک مایہ ناز ادیب،مورخ اور نظم نگار تھے۔ وہ دور سرسید کے آخری اور بڑے ادیب تھے۔شبلی کی طرز تحریر اردو کے لئے باعث صد نازش ہے۔ تاریخ، تذکرہ،سوانح، سیاسیات،ادب،معاشرت،فقہ،حدیث،عقائد اور تصوف جیسے متضاد مباحث پر لکھتے وقت بھی انہوں نے ادبیت کا ضروری لحاظ رکھا۔وہ نہایت سوچ سمجھ کر اور احتیاط سے عبارت آراستہ کرتے تھے۔بے جاالفاظ اور اطناب سے پرہیز کرتے تھے۔ان کی تحریروں میں مغربی انداز کے محققانہ اسلوب کی جھلک پائی جاتی ہے۔ادبی شان برقرار رکھنے کا ان کو ہمیشہ خیال رہتا تھا۔''

(کریسنٹ لاہور،شبلی نمبر ص ۱۳)

زندہ دل

''شبلی نعمانی ایک انسان تھے۔ایک ایسا انسان جس کا دل زندہ تھا اور یہ واقعہ ہے کہ زندہ دلی کے بغیر رعنائی خیال اور شگفتگی بیان ممکن نہیں ہے اور شاید شبلی کے یہاں یہ دونوں خوبیاں محض اسی وجہ سے پیدا ہوئیں تھیں۔'' (کریسنٹ لاہور،شبلی نمبر ص ۱۳)

ادب عالیہ

''شبلی نعمانی اردو کے ایک ایسے باغ و بہار ادیب تھے جنھوں نے تاریخ، ادب، تحقیق،تنقیداورانشاپردازی کے گوناگوں میدانوں کوگل وگلزار بنادیا۔ان سے پہلےاردوادب کا دامن ان تمام اصناف انشاپردازی کےگلدستوں سے خالی تھا۔آج ان کی اکثر کتابیں اردو کے ادب عالیہ میں شامل سمجھی جاتی ہیں۔''(شبلی مکاتیب شبلی کی روشنی میں،ص:الف)

اسلوب کی یکسانیت

''مضمونوں اورموضوعوں کی رنگارنگی کےعلاوہ اسلوب بیان کی شگفتگی کے باعث بھی وہ اردو کےایک بہت بڑےادیب مانے گئے ہیں اورتعجب کی بات یہ ہے کہ زبان کی رنگینی اور طرز بیان کی دلکشی ان کی بڑی سے بڑی کتاب سیرۃ النبی سے لےکران کے چھوٹے مضمون بلکہ ایک مختصر سے خط میں بھی جھلکتی ہے۔وہ ایک صاحب طرز انشاپرداز تھےاور میری نظر میں ان کی ذات مجمع الصفات تھی اوروہ اردو کےسب سے بڑےانشاپرداز تھے۔''(ایضاً)

علم وکمال کا گہوارہ

''علامہ شبلی نعمانی ایک اورہی فضا کے لئے پیدا کئے گئے تھے،لیکن آفریں ہےان کی ہمت پر کہ انھوں نے جہاں ایک طرف مذہبی قدس حاصل کیا، دوسری طرف ادبیات کا دامن بھی نہیں چھوڑااورسرسیداورآزادکی طرح اس کواپنے ہی تک محدودنہیں رکھا بلکہ اپنے جانشینوں کی ایک مستقل جماعت تیارکردی جوانہی کی طرح ایک ہاتھ میں مذہب اوردوسرے ہاتھ میں ادبیات سنبھالےہوئے ہے۔

شبلی کا دماغ علم وکمال کا گہوارہ تھا۔اپنے زمانے کی بساط کےموافق انھوں نےحتی الامکان فارسی شعریات پردستگاہ حاصل کرلی تھی اورکیا یہ کچھ تعجب کی بات ہے کہ ان کی ایک شخصیت میں شاعر،نقاد،سیرت نگاراورفلسفی کی شاندارحیثیتیں جمع ہوگئی تھیں۔''

(روح تنقید،ص۲۵،حیدرآباد،۱۹۲۵ء)

مولانا محبّ اللہ ندوی لاریؒ

[۱۹۰۵-۱۹۹۳ء]

امتیاز شبلی

''مولانا شبلی نے جب مسلمانوں کی موجودہ جہالت وغفلت، مصالح ملکی سے لاعلمی و بے پروائی، تجارت، صنعت وحرفت اور زراعت سے بے توجہی، علوم جدیدہ سے تنفر، احکام مذہبی سے استکراہ کا مطالعہ کیا تو انہیں صاف نظر آیا کہ یہ تمام امور اصل مرض میں داخل نہیں ہیں، جو مہلک مرض جونک کی طرح ان کا خون چوس رہا ہے وہ اور ہی کچھ ہے۔ یہ تو محض اس کے لوازم ونتائج ہیں، لیکن سوال یہ ہے کہ یہ غفلت کیوں پیدا ہوئی۔ قوائے عملی کیوں معطل ہوئے اور ذہن ودماغ کیوں بیکار ہو گئے کہ ان چیزوں کا احساس نہ ہو سکے۔ یہی وہ منزل ہے جہاں معاصرین سے شبلی کی جدائی ہوتی ہے۔ یہی وہ بلند اور ارفع مقام ہے، جہاں شبلی کے علاوہ ہندوستان کا کوئی اور مصلح نہیں پہنچ سکا۔'' (ماہنامہ خضر راہ لکھنو، شبلی نمبر، ص:۱۵۹)

ڈاکٹر سید عبداللہ

[۱۹۰۶-۱۹۸۶ء]

واضع فلسفہ تاریخ

''تاریخ میں شبلی کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے تاریخ انسانی (خصوصاً تاریخ اسلامی) پر فلسفیانہ نظر ڈالی ہے۔ وہ صرف مورخ ہی نہ تھے بلکہ ایک خاص فلسفہ تاریخ کے واضع ونقاد بھی تھے۔ انھوں نے مغرب اور مشرق کے تاریخی سرمائے پر جو تنقید کی ہے وہ بلاشائبہ مبالغہ اصول تاریخ کے لئے ایک فاضلانہ اور عالمانہ دستور اساسی کا حکم رکھتی ہے۔''

(سرسید اور ان کے نامور رفقا ص۱۷۲)

اعزاز یکتائی

''میں اکابر کی تعریف میں کبھی کبھی مبالغہ بھی کرتا ہوں، لیکن شبلی کے سلسلے میں یہ کہنا مبالغے میں شامل نہیں کہ انیسویں صدی میں جن تین چار بزرگوں کے نام ممتاز ترین کی فہرست میں شامل ہیں ان میں شبلی کو کسی دوسرے سے نیچے نہیں رکھا جا سکتا اور بعض خاص شعبوں میں تو انہیں یکتائی کا اعزاز حاصل ہے۔ آج سے تیس سال قبل جب میں نے سرسید کے رفقائے کار کے حالات اور کارناموں کا مطالعہ کیا تو میں نے محسوس کیا کہ شبلی جیسے افراد صدیوں کے بعد ظہور میں آتے ہیں۔

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتا ہے　　　　میر

امتیازات شبلی

''تاریخ، سوانح عمری، علم الکلام، ادب، تاریخ ادب، تنقید شاعری، سیاسی تبصرہ نگاری، مضمون نگاری، تعلیمی تبصرہ نگاری، ان فنون میں سے ہر ایک میں شبلی امتیاز کامل کے مالک نظر آتے ہیں۔ قدیم روایت کی نئی تعبیر اور نئی پیش کش تو ان کا کارنامہ خاص معلوم ہوا۔''
(شبلی بحیثیت مورخ ص۱)

سیرۃ النعمان

''سیرۃ النعمان اپنے موضوع پر بہترین کتاب ہے۔ اس میں شبلی نے محبت وعقیدت کے باوجود امام ابوحنیفہؒ کی صحیح تصویر پیش کی ہے۔ حضرت امام کی لائف کی جزئیات فراہم کرنے میں انھوں نے نہ صرف یہ کہ محنت اور جانفشانی سے کام لیا ہے بلکہ ان کی زینت میں بڑی کاریگری اور صناعی کا ثبوت پیش کیا ہے۔ یہ بقول ان کے ان کی ''محنتوں کا تماشہ گاہ ہی نہیں بلکہ ان کے شعور فن کا بھی عمدہ مظاہرہ ہے۔'' (سرسید اوران کے نامور رفقاء ص۱۴۴)

درایت

''شبلی نے اس لائف میں بھی درایت کے اصولوں کونہایت قوت واحتیاط کے ساتھ استعمال کیا ہےاوراسی اصول کی وضاحت کے لئے شاندارعلمی دیباچہ لکھ کرگذشتہ اسلامی تاریخ کی بعض خامیوں سے بحث کی ہےاور بتایا ہے کہ ہم آج ان نقائص کوکیسے دور کر سکتے ہیں۔''

(سرسیداوران کے نامور رفقاءص۱۶۲)

سیرۃ النبیؐ

''سیرۃ النبیؐ بنیادی طور پرایک عاشق رسولؐ کا والہانہ اظہارعقیدت ہے۔ .... یہ ایک گدائے بےنوا کی شہنشاہ کونین کے دربار میں اخلاص وعقیدت کی نذر ہےجس کی فرط عقیدت پکارپکارکرکہہ رہی ہے:

ز چشمم آستیں بردار و گوہر را تماشا کن

(سرسیداوران کے نامور رفقاءص۱۴۹)

خصوصیات سیرت

''شبلیؒ نے آپؐ کی شخصیت کی خارجی اوربشری جزئیات اتنی مفصل پیش کی ہیں کہ'' سیرۃ النبیؐ کواردو میں سوانحی ادب کی مکمل اورمفصل ترین کتاب کہا جاسکتا ہے۔آپؐ کی خلوت اورجلوت کے باریک اورچھوٹے چھوٹے واقعات اور جزئیات،آپ کی عادات وشمائل کے لطیف سے لطیف پہلو،ان سب باتوں سمیت جن کا اظہارعموماً نہیں کیا جاتا،سیرۃ النبیؐ کے اوراق میں جمع ہوگئے ہیں۔''

(سرسیداوران کے نامور رفقاءص۱۵۱)

مالک رام

[۱۹۰۶-۱۹۹۳ء]

نمونہ انشا

''شبلی کی ایک اور قابل ذکر خصوصیت ان کے اسلوب بیان کی شگفتگی اور دلکشی ہے۔ بلاغت کے اصول جانتے ہیں۔ انہوں نے ہر موقع پر اس کی مناسبت سے زبان استعمال کی ہے۔ اسی باعث ان کی بیشتر کتابیں انشا کا بہت اچھا نمونہ ہیں اور آج بھی اسی ذوق وشوق سے پڑھی جاتی ہیں، جس طرح وہ پہلی مرتبہ شائع ہوئی تھیں۔'' (اردو میں تحقیق، ص:۱۱-۱۳)

مولانا ماہر القادری

[۱۹۰۶-۱۹۷۸ء]

صحیفہ ادب

''شبلی کے نقد ونظر کا کمال اور شاعرانہ ذوق کی بہار دیکھنی ہو تو شعر العجم کا مطالعہ کیجئے اور گلگشت معلّی اور آب رکنا باد بن کر رہ جایئے۔ اس کتاب نے اردو کی آبرو بڑھائی ہے اور اسے ترقی و بلندی عطا کی ہے۔ یہ واقعہ ہے کہ لاکھوں اردو جاننے والوں کو شعر العجم نے فارسی زبان سے وابستہ رکھا ہے اور ان کے ذوق شاعری کو سنوارا ہے۔ ادبیات پر ہم نے پروفیسر براؤن اور ڈاکٹر رضا زادہ شفق کی معرکہ آرا کتابیں بھی پڑھی ہیں، مگر شعر العجم کی بات ہی اور ہے۔

بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

شبلی نعمانی نے شعر العجم میں ایک ہزار سال کی ایرانی شاعری کا عطر کھینچ کر بھر دیا ہے۔ شبلی کی نگاہ جوہر شناس کو آفریں و مرحبا جس نے کیسے کیسے لعل و گہر کا انتخاب کیا ہے، جن کی جوت سے آنکھوں کی روشنی بڑھتی ہے۔ شعر العجم کے مطالعہ سے شعر فہمی کا صحیح ذوق پیدا ہوتا ہے اور یہی اس کے مصنف کا اصل مقصود ہے۔

شعرالعجم میں صرف شاعرانہ چٹخارے ہی نہیں ہیں بلکہ علم وادب اور نفسیات کے نازک مسائل بھی ہیں۔ یہ کتاب شاعرانہ خطوط پر دل و دماغ کی تربیت کرتی ہے۔ اس کا مطالعہ تنہا ذوق و وجدان ہی کو آسودہ نہیں بناتا بلکہ پڑھنے والا اپنے دامن میں علم خیر کی ثروت بھی پاتا ہے، ڈیڑھ ہزار صفحات کی کتاب میں ایک صفحہ بھی ایسا نہیں ہے جو اکتا دینے والا ہو یا قاری اس سے جلد گذر جائے۔

ایں شرابیست کہ ہم پختہ وہم خام خوش است

(ماہنامہ ادیب، علی گڑھ، شبلی نمبر، ص:۱۰۷-۱۰۸)

شعرالعجم بے راہ روی کے اس دور میں خضرراہ بن کر سامنے آتی ہے کہ شعر کو اس طرح پرکھا جاتا ہے۔تنقید کا یہ اسلوب ہوتا ہے۔ بات اس انداز میں کہی جاتی ہے۔علمی مواد اور تاریخی واقعات وتنقید میں اس عنوان سے استعمال کرتے ہیں۔طنز کا یہ ڈھنگ ہے اور تحسین کا یہ پیرایہ ہے! لفظوں کو صحیح طور پر برتا جاتا ہے۔ زبان کی سلاست وروانی تحریر کو جو دل نشیں بناتی ہے۔شبلی پر سلام ورحمت ہو کہ وہ اردو کو صحیفہ ادب عطا کر گئے ہیں۔''

(ادیب علی گڑھ، شبلی نمبر، ص:۱۲۷)

تنقید شعرالعجم

''والہ داغستانی کا سال ولادت کسی کو غلط یاد ہو، منوچہری کے باپ کا نام اسے پتہ نہ ہو، قزل ارسلان کے کسی جنگی کارنامے کی تفصیل اسے ٹھیک طرح یاد نہ ہو، مگر اس کا ذوق شعری صحت مند ہو اور شعر کو پرکھنا جانتا ہو، شبلی شعرالعجم کے ذریعہ ایسے ہی ذوق صحیح کو پیدا کرنا چاہتے ہیں اور اس مقصد کے لحاظ سے ان کی یہ کتاب کامیاب ہے۔''

(بحوالہ شبلی ایک دبستان ص۱۴۴)

عبدالقادر سروری

[۱۹۰۶-۱۹۷۱ء]

دوسرے فردوسی

''اگر شبلی اپنی تمام قابلیتوں کے ساتھ اردو شاعری اور صرف شاعری کے لئے وقف ہو جاتے تو وہ حالی سے بہت آگے نکل جاتے۔ ان میں ایک شاعر کی تمام قابلیتیں قدرت کی طرف سے ودیعت تھیں۔ اگر یہ دوسرے فردوسی نہیں تو پہلے اقبال ضرور ثابت ہوتے۔''

(جدید اردو شاعری، ص:۱۳۴)

مولانا سعید احمد اکبر آبادی

[۱۹۰۸-۱۹۸۵ء]

الفاروق

''اردو زبان میں مولانا شبلی کی کتاب الفاروق جو خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق کے سوانح حیات اور آپ کے کارناموں کا محققانہ تذکرہ ہے اردو زبان کے ادب میں ایک شاہکار کی حیثیت رکھتی ہے اور جب تک یہ کتاب موجود ہے مولانا کا نام روشن رہے گا۔ اگر چہ ترتیب اور اہمیت کے اعتبار سے مولانا کو پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ کا تذکرہ لکھنا چاہئے تھا لیکن حضرت عمرؓ کے دور میں جو عظیم الشان فتوحات ہوئیں اور پھر دہ سالہ مدت خلافت میں آپ نے سیاسی نظم ونسق، اجتماعی وتمدنی، اقتصادی اور سماجی مسائل کے حل کے سلسلہ میں جو عظیم الشان کارنامے انجام دیئے۔ ان سب کے پیش نظر مولانا نے ہیروز آف اسلام کی تاریخ کا جو پروگرام بنایا تھا اس کے لئے سب سے زیادہ کشش حضرت عمرؓ کے تذکرہ میں ہی تھی اور مولانا نئی نسل کو اسلام کی تاریخ سے متاثر کرنے کا جو جذبہ رکھتے تھے، خلفائے راشدین میں اس جذبہ کی تکمیل کا سامان غالباً سب سے زیادہ الفاروق سے ہی ہو سکتا تھا۔''

(صدیق اکبر، ص:۲۲-۲۳)

مشورہ

''میرے شعبہ میں کوئی طالب علم پی ایچ ڈی میں داخلہ لیتا تو اس کو شروع کے دو تین مہینوں میں مولانا شبلی کی خاص خاص کتابیں غور اور توجہ سے پڑھنے کا مشورہ دیتا ہوں تا کہ اسے معلوم ہو سکے کہ کسی موضوع پر گفتگو کرتے وقت کس طرح اس کے مختلف اجزاء اور عناصر کا تجزیہ کر کے، ہر ہر چیز پر الگ الگ بحث کی جاتی ہے اور اس کے لئے اسلوب نگارش کس قسم کا ہونا چاہئے۔'' (غبار کارواں، آج کل دہلی مارچ ۱۹۷۱ء ص ۵)

شیخ محمد اکرام

[۱۹۰۸-۱۹۷۳ء]

عظمت و جامعیت

''سچ یہ ہے کہ شاید سرسید کے حلقے میں ''پیر میکدہ'' کے بعد شبلی جیسی جامع الصفات ہستی کوئی نہ تھی۔ ذاتی سیرت کے معاملے میں شبلی، سرسید اور حالی ہی نہیں بلکہ محسن الملک سے بھی نیچے ہیں۔ فن انشاپردازی میں آرنلڈ (اور فقط آزاد!) ان سے آگے ہیں۔ صحیح قومی رہنمائی میں سرسید اور حالی کی گرد کو نہیں پہنچتے۔ لیکن بحیثیت مجموعی وہ شاید سرسید کے بعد سب سے آگے آگے آجاتے ہیں۔ آخر حالی اور آزاد، محسن اور وقار الملک کتنے آسمانوں کے تارے تھے؟ ایک یا دو یا تین کے۔ ان میں شبلی کی بوقلمونی کہاں سے آئے گی؟ جو رندوں میں رند تھے، زہاد میں زاہد، نثاروں میں نثار، شعرا میں شاعر، معلموں میں معلم، مورخوں میں مورخ، سیاست دانوں میں سیاس۔ اردو میں عشقیہ خطوط کے بانی۔ تعلیم میں نئی روشنی کے آموزگار۔ علمی تصنیف و تالیف کے میدان میں ہماری زبان کے سب سے بانکے شہسوار!

قلیل مدت حیات اور کمزور صحت کے باوجود شبلی نے جو کچھ کر دکھایا کیا وہ ایک معجزے سے کم ہے؟

دبیرم، شاعرم، رندم، ندیمم، شیوہ ہا دارم

گرفتم رحم بر فریاد وافغانم نمے آید ! (موج کوثر،ص:۲۳۴)

علم الکلام

''علم الکلام پڑھیں تو خیال آتا ہے کہ نہ صرف علامہ شبلی کو مشہور متکلمین وحکمائے اسلام کی تصانیف اور رجال، تاریخ کی کتابوں میں ان کے متعلق اندراجات سے پوری واقفیت تھی بلکہ اسلام کی تمام فکری تاریخ ان کے سامنے تھی اور وہ بطور ایک طالب حق کے آزادانہ مختلف ادوار کی کمزوریاں اور خوبیاں جاننے اور بیان کرنے کے خواہاں تھے پھر مشکل کلامی اور دقیق فلسفیانہ مسائل کو جس طرح وہ پانی کر دیتے ہیں وہ انہیں کا حصہ ہے۔''

(یادگار شبلی،ص:۲۶۳)

دستہ گل

''دستہ گل صحیح معنوں میں ایک پھولوں کا گلدستہ ہے اور پھول بھی ایسے جن کی شادابی اورخوبی رنگ وبو کا ہندوستان کی فارسی شاعری میں جواب نہیں۔ یہ غزلیں الفاظ کے انتخاب، خیالات کی تازگی اور طرز ادا کی شستگی میں ترشے ہوئے ہیرے ہیں۔''(یادگار شبلی،ص:۲۳۰)

پروفیسر کلیم الدین احمد

[۱۹۰۸-۱۹۸۳ء]

مثنوی صبح امید

''زبان کے اعتبار سے مثنوی صبح امید، حالی کی مسدس پر فوقیت رکھتی ہے۔ مسدس حالی کی زبان بے رنگ و بے مزہ ہے۔ مثنوی صبح امید کی سادگی بے لطفی کا سبب نہیں ہوتی۔ شبلی پرزور، محکم اور مختصر طریقہ سے وہ باتیں کہہ جاتے ہیں جن کا بیان مسدس میں طوالت، کمزوری اور بے مزگی کے ساتھ ہے۔''(اردو شاعری پر ایک نظر،ص:۴۳)

حکیم عزیز الرحمٰن اعظمی

[۱۹۰۹-۲۰۰۹ء]

سیرۃ النعمان

''مجھے اس بات کا فخر ہے کہ اردو زبان میں سب سے پہلے جو کتاب امام ابوحنیفہ پر آئی وہ علامہ شبلی نعمانی کی سیرت النعمان ہے جو انیسویں صدی کے آخر میں تالیف کی گئی۔ درحقیقت یہ کتاب اردو زبان میں امام ابوحنیفہؒ کے مالہ وماعلیہ پر جس تحقیق اور جس دقت نظر سے لکھی گئی ہے اردو زبان کا پورا لٹریچر اس سے بہتر تالیف اب تک پیش نہ کر سکا۔''

(مآثر امام اعظم، ص۲۰)

پروفیسر آل احمد سرور

[۱۹۱۱-۲۰۰۲ء]

بلند پایہ محقق

''وہ بڑے اچھے محقق تھے۔ اور خالص ریسرچ اسکالر کی حیثیت سے ان کا پایہ بہت بلند ہے۔ اگرچہ شیرانی نے ان کی شعرالعجم کی بعض غلطیوں پر سخت نکتہ چینی کی ہے اور اگرچہ موازنہ انیس و دبیر دراصل موازنہ نہیں ہے، مگر پھر بھی شبلی کے فیصلے اکثر و بیشتر صحیح اور ان کی تنقیدیں زیادہ تر پاکیزہ اور اچھے ادبی ذوق کی ترجمان ہیں۔''

(مولانا شبلی کا مرتبہ اردو ادب میں، ص:۱۳)

ذہنی تحریک

''شبلی پر لکھنے کے لئے کسی اعتذار کی ضرورت نہیں۔ وہ ہماری ذہنی زندگی کے معماروں میں سے ہیں۔ انہوں نے اپنی عمر کے چالیس سال علمی کاموں میں بسر کئے۔ انہوں نے بہت سے عملی کام بھی کئے اور ان میں کامیابی بھی حاصل کی، مگر وہ محض اپنے عملی کاموں کی

وجہ سے شاید اتنے مشہور نہ ہوتے اگر ان کاموں کے پیچھے ایک مسلسل اہم اور پرزور علمی وذہنی تحریک نہ ہوتی۔''(کریسنٹ لاہور،شبلی نمبر،ص:۱۱۰)

اثرات شبلی

''نئی نسل پر شبلی کا اثر اپنے ہم عصروں سے زیادہ ہوا۔حالی نے اردوادب کی دنیا بدل دی،مگر شبلی نے ہندوستان کے مسلمانوں کی ذہنی زندگی پر اثر ڈالا۔انہیں اپنی چیزوں کی قدر کرنا سکھائی۔انہیں ہندوستان سے باہر دوسرے اسلامی ممالک کے مسائل کو محسوس کرنے کا عادی بنایا۔ان میں حقوق کی طلب اور خوشامدانہ سیاست سے بلندی پیدا کی۔سید سلیمان ندوی، ابوالکلام عبدالسلام ندوی،ظفر علی خاں،مولانا محمد علی ،اقبال سب پر سرسید سے زیادہ شبلی کا اثر ہے۔''(کریسنٹ لاہور،شبلی نمبر،ص:۱۱۶)

خطوط شبلی

''شبلی کے خطوط میں ان خطوط کو خواہ مخواہ اہمیت حاصل ہوگئی ہے جو انہوں نے عطیہ فیضی اور زہرا فیضی کو لکھے تھے۔دراصل مکاتیب شبلی ان کی علمی وادبی زندگی کی بہترین ترجمانی کرتے ہیں۔شبلی جذباتی آدمی تھے۔پھر شاعر تھے۔

اچھی پڑھی لکھی خواتین سے متاثر ہوئے۔وہ ان کی صحبت سے لطف اٹھانے اور زندگی میں اچھے کام کرنے کے ولولے حاصل کرتے تھے۔ان کی زندگی میں اس سے زیادہ ان خطوط کی اہمیت نہیں ہے۔مولوی عبدالحق صاحب کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ''ان کی کتابوں کو ابھی سے لونی لگنی شروع ہوگئی ہے۔''

(کریسنٹ لاہور،شبلی نمبر،ص:۱۱۹-۱۲۰)

سید صباح الدین عبدالرحمٰن

[۱۹۱۱-۱۹۸۶ء]

مجسمۂ علم وفن

''یونان کے عہدِ عتیق کے کسی ماہر سنگ تراش سے کہا جاتا کہ وہ کوئی ایسا مجسمہ بنائے جس کو دیکھ کر علم، فن، فضل، تحقیق، تلاش، جستجو، شعریت، دیدہ وری، اور خوش فکری کی ساری کیفیات سامنے آجائیں تو وہ مولانا شبلی نعمانی ہی کا مجسمہ بن جاتا۔

مولانا شبلی کی جامعیت انیسویں اور بیسویں صدی کے ہندوستانی مسلمانوں کا سرمایہ حیات ہے۔ وہ مقالہ نگاری کرتے تو کبھی ابن تیمیہ، کبھی امام غزالی، کبھی امام ابو یوسف، کبھی ابن خلدون، کبھی ابن خلکان، اور کبھی شاہ ولی اللہ نظر آتے۔ تصنیف وتالیف کرنے لگے تو اس فن کا وہ سدرۃ المنتہٰی قائم کیا جہاں تک پہنچنا کسی اور کے لئے آسان نہیں۔ متکلم بنے تو ان کی شیوہ بیانی اور نکتہ وری کے سامنے بہت سے گذشتہ متکلمین ماند پڑ گئے۔ تاریخ کے کسی پہلو پر جب کبھی کچھ لکھا تو مسلمان اس کو پڑھ کر محسوس کرتے کہ ان کے سروں پر ان کے ماضی کا کوئی مکلل تاج رکھ رہا ہے۔ ادب اور تنقید کے میکدے میں داخل ہوتے تو اس کی مئے ارغوانی کے خم کے خم لٹا لنڈھا دیتے۔ مذہبی مدارس میں تعلیمی نصاب کی اصلاح کرنے پر آئے تو ایک نئے فتح اللہ شیرازی اور نئے ملا نظام الدین کے قالب میں نمودار ہوتے نظر آئے۔ خاتمہ بالخیر ہونے کے خیال سے سیرت پیغمبر خاتم لکھنی شروع کی تو ابن اسحاق، ابن ہشام، اور طبری سے زیادہ قدآور نظر آئے۔'' (مولانا شبلی نعمانی پر ایک نظر، ص:۲)

تاریخی نظمیں

''تاریخی اور اخلاقی نظموں کے لکھنے میں تو کوئی ان کی ہمسری نہیں کرسکا۔ ہجرت نبویؐ، ایک خاتون کی آزادانہ گستاخی اور رسول اللہؐ کا حلم اور عفو، اہل بیت رسولؐ کی زندگی، ایثار کی اعلیٰ ترین نظیر، مساوات اسلام، خلافت فاروقی کا ایک واقعہ، عدلِ فاروقی کا ایک نمونہ،

جرأت وصداقت اوراسلام کے تنزل کا اصلی سبب وغیرہ کے عنوانات سے جوتاریخی اوراخلاقی نظمیں لکھ دی ہیں، وہ اردو شاعری کا راس المال ہیں۔'' (ایضاً،ص:۱۳۷-۱۳۸)

بیانِ خسرو

''علامہ شبلی نہ صرف امیر خسرو کی شاعری کی جہاں گیری کے بڑے مداح تھے بلکہ ان کی وطنی رواداری اورمحبت کو بھی اپنے ایک مقالہ ''مسلمانوں کی علمی بے تعصبی میں'' بڑی فراخ دلی سے دکھایا ہے۔اس مضمون میں انھوں نے امیر خسرو کی مثنوی نہ سپہر سے کچھ اشعار بھی نقل کئے ہیں۔راقم نے جب ان اشعار کو دیکھا تو خیال ہوا کہ امیر خسرو کے اس قسم کے تمام اشعار ایک جگہ جمع کر دیئے جائیں تو ان کی وطنی محبت کی اور بھی زیادہ صحیح تصویر سامنے آجائے گی۔''

(ہندوستان امیر خسرو کی نظر میں،ص:۱)

الفاروق

''اس کتاب کا ایک بڑا وصف یہ ہے کہ اس کو جو پڑھے گا وہ حضرت عمر فاروقؓ کو ایک بہترین فرمانروا، ایک بہترین مسلمان اور ایک بہترین انسان تسلیم کر کے محظوظ ہوگا۔مسلمان تو اس کتاب کو پڑھ کر اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ سکندر، ذوالقرنین،نوشیرواں،امام ابوحنیفہ،حضرت عبدالقادر جیلانی، خواجہ بہاء الدین رومی اور شیخ فریدالدین عطار میں جتنی خوبیاں علاحدہ علاحدہ موجود تھیں وہ حضرت عمرؓ میں جمع ہوگئی تھیں۔'' (مولانا شبلی نعمانی پر ایک نظر،ص:۵۲)

ڈاکٹر اے ڈی ارشد

[۱۹۱۲-۱۹۸۶ء]

تحقیقی شعور

''یہ حقیقت ہے کہ شبلی گہرا تحقیقی شعور رکھتے تھے، جسے ان کے مخصوص انفرادی اور

اجتماعی حالات نے تقویت دی۔ شبلی کا زمانہ ہندوستان میں مسلمانوں کی اجتماعی زندگی میں نشأۃ ثانیہ کا زمانہ ہے۔ اس زمانے میں مسلمانوں کو سر سید جیسا راہ بر ملا، جس کے کارناموں نے شبلی کے تحقیقی شعور کو جلا دی۔ مغربی تہذیب کے زیر اثر جو فضا ملک اور دنیا میں پیدا ہو رہی تھی وہ بھی شبلی کے یہاں تحقیقی کام کے لئے وجہ تحریک ثابت ہوئی۔ علاوہ ازیں شبلی نے بہت سے اعلیٰ علوم وفنون بڑے انہماک سے حاصل کئے تھے۔ انہوں نے بھی شبلی کے تحقیقی کام میں زبردست اعانت کی۔ ہندوستان میں اسلامی معاشرہ کی تشکیل نو کے تقاضے بھی شبلی کے تحقیقی شعور کی نشو ونما کا موجب بنے۔ ان تمام محرکات نے شبلی کو ایک اعلیٰ پایہ کے تحقیقی شعور سے آشنا کیا، جس سے شبلی نے نظریاتی اور عملی دونوں صورتوں میں قابل قدر نتائج استنباط کر کے اہل علم کے سامنے پیش کئے۔'' (کریسنٹ، لاہور شبلی نمبر، ص: ۳۲۵-۳۲۶)

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

[۱۹۱۳-۱۹۹۹ء]

آئیڈیل

''ساری فضا پر علمی وادبی تحریری ذوق سایہ فگن تھا۔ دارالعلوم کے ماحول میں سب سے بڑی مثالی (IDEAL) شخصیت جو قابل اقتدا وتقلید سمجھی جاتی تھی اور جو طلبہ کا منتہائے پرواز وتخیل تھا، وہ مولانا شبلی کی ذات تھی۔ انہیں کو دارالعلوم کا اصل بانی اور معمار سمجھا جاتا تھا۔ اس میں دو رائے نہیں ہو سکتیں کہ مولانا شبلی کا ندوہ کے علمی وادبی مزاج کی تشکیل میں بنیادی اور شاید سب سے بڑا حصہ ہے اور ان کا اسلوب تحریر اس وقت تک سنجیدہ اور علمی خیالات کے ادا کرنے کے لئے سب سے زیادہ موزوں اور اس وقت تک زندہ وتابندہ ہے اور بظاہر ابھی عرصہ تک رہے گا۔''

(کاروان زندگی، حصہ اول، ص: ۱۵۲-۱۵۳)

ڈاکٹر نذیر احمد

[۱۹۱۵-۲۰۰۸ء]

فارسی نثر اور غالب

''فارسی نثر میں وہ غالب سے متاثر ہیں، اسی وجہ سے ان کے بعض الفاظ وفقرے مولانا نے لے لئے ہیں، جیسے ہمانا، لختی، برآنبود، مایہ برخورداری، بادیہ پیمائی، ہرزہ ورائی، ستیزۂ چرخ، آویزش بخت، آبی برآتش زدن، چشم غم خواری، پاسخ، کشاکش غم، ہرزہ گردی، از ہردری سخن، رفتن ودنداں بدل فشردن، چہ مایہ انصاف بالائے طاعت است، آوخ، دروغ راست مانا، ہیچ است، اندیشہ بدامن خاطر اویخت، کالائے راستی۔''

(ماہنامہ معارف فروری ۱۹۸۰ص ۱۰۶)

ڈاکٹر آفتاب احمد صدیقی

[۱۹۱۵-۱۹۹۸ء]

اکبرالہ آبادی

''اکبرالہ آبادی کی نگہ انتخاب نے عقیدت ومحبت کے پھول چڑھانے کے لئے خصوصیت کے ساتھ جس رکن کے آستانے کو منتخب کیا وہ شبلی ہی کا آستانہ تھا۔

اس کے انتخاب کی وجہ اس کے سوا اور کیا ہوسکتی ہے کہ اکبر شبلی کے اندر فکر ونظر اور طریق کار کو مسلمانوں کے لئے زیادہ مفید اور کارآمد سمجھتے تھے۔'' (صحیفہ (شبلی نمبر) ص ۳۸)

مولانا محمد یوسف کوکن

[۱۹۱۶-۱۹۹۰ء]

مجدد ابن تیمیہؒ

''یہاں کے اردوداں طبقے کو امام ابن تیمیہ کی حقیقی عظمت ومنزلت سے جس نے سب

سے پہلے روشناس کرایا وہ شاید مولانا شبلی نعمانی مرحوم تھے۔آپ نے جولائی ۱۹۰۸ء کے الندوہ میں علامہ ابن تیمیہ حرانی کے متعلق مجددان اسلام کے سلسلے کے تحت ایک بہت ہی دلچسپ مضمون لکھا۔آپ نے انہیں سب سے بڑا مجدد اور رفارمر قرار دیا تھا۔اس وقت مولانا نے مجدد اور رفارمر ہونے کی تین ضروری شرطیں قرار دی تھیں،یعنی:

۱۔مذہب یا علم یا سیاست (پالیٹکس) میں کوئی مفید انقلاب پیدا کرے۔

۲۔جو خیال اس کے دل میں آیا ہو وہ کسی کی تقلید سے نہ آیا ہو بلکہ وہ اس کا اپنا اجتہاد ہو۔

۳۔جسمانی مصیبتیں اٹھائی ہوں۔جان پر کھیلا ہو اور سرفروشی کی ہو۔

مولانا نے اس وقت یہ بھی لکھا تھا کہ اگر تیسری شرط ضروری قرار نہ دی جائے تو امام ابوحنیفہ،امام غزالی اور شاہ ولی اللہ صاحب بھی اس دائرے میں آسکتے ہیں،لیکن جو شخص رفارمر کا اصلی مصداق ہوسکتا ہے وہ علامہ ابن تیمیہؒ ہے۔مولانا شبلی نے اپنا یہ خیال بھی ظاہر فرمایا تھا کہ بہت سے امور میں امام غزالی وغیرہ کو ابن تیمیہ پر ترجیح حاصل ہے،لیکن وہ امور مجددیت کے دائرے سے باہر ہیں۔مجددیت کی اصلی خصوصیتیں،جس قدر علامہ کی ذات میں پائی جاتی ہیں اس کی نظیر بہت کم ملتی ہے۔'' (امام ابن تیمیہ،مقدمہ،ص:۲۵)

ڈاکٹر ابواللیث صدیقی

[۱۹۱۸-۱۹۹۴ء]

سرسید کا پرتو

''سرسید کے بعد اپنے معاصرین میں شبلی ہی ایک ایسے شخص ہیں جنھیں سرسید کا پرتو کہا جاسکتا ہے۔جن کی شخصیت سرسید کی طرح متنوع،جن کا علم اور مطالعہ سرسید کی طرح وسیع اور دقیق اور جن کی نظر سرسید ہی کی طرح دوربین اور حقیقت شناس تھی اور یہی وجہ ہے کہ سرسید کے ان ساتھیوں میں کسی اور کے ہاتھوں کوئی ایسی تحریک شروع نہیں ہوئی جس نے ایک تحریک یا

دبستان کی حیثیت حاصل کی ہو۔شبلی کی ایک تحریک تھی جو ندوہ اور دارالمصنّفین کی صورت میں بڑھی اور پروان چڑھی تھی۔ان کا ایک دبستان تھا،جس میں ان کے لائق جانشین سید سلیمان ندویؒ اور ان کے ساتھیوں کے علاوہ ملک کے دور دراز گوشوں میں اسلامی تاریخ وثقافت، زبان وادب، مذہب ومعاشرت پر لکھنے والے شبلی کے نظریات کے علمبردار ہیں اور ان کی تحریروں سے روشنی کے ایک بلند مینار کی طرح ہدایت پاتے ہیں۔''(شبلی ایک دبستان،ص۹)

مولانا مجیب اللہ ندوی

[۱۹۱۸-۲۰۰۶ء]

سوانح نگار شبلی

''علامہ شبلی کی سوانح نگاری اس حیثیت سے بھی اپنے معاصرین میں ممتاز ہے کہ وہ کسی واقعہ کو نہ تو صاحب سوانح کی عظمت وعقیدت کی وجہ سے مان لیتے ہیں اور نہ محض اس بنا پر اسے تسلیم کرتے ہیں کہ کسی تاریخ یا تذکرے میں خواہ وہ کتنا ہی معتبر کیوں نہ ہو اس کا ذکر ملتا ہے، بلکہ وہ روایت کے ساتھ درایت سے بھی واقعہ کی جانچ پڑتال کرتے ہیں۔اس کی وجہ سے بعض غلط فہمیاں بھی دور ہو جاتی ہیں اور عقیدت کے غلو کا بھی سد باب ہو جاتا ہے۔''

(ماہنامہ ادیب،شبلی نمبر ص۵۵)

ماہنامہ الندوہ

''علامہ شبلی نے ۱۹۰۴ء میں مجلس انتظامیہ میں ندوہ کی طرف سے ایک ماہانہ پرچے کے اجرا کی تجویز رکھی اور وہ پاس بھی ہوگئی،مگر کئی مہینے اس کے اجرا میں اس لئے تاخیر ہوئی کہ تنگ نظر لوگ کسی قیمت پر الندوہ کا ایڈیٹر علامہ شبلی کو بننے نہیں دینا چاہتے تھے،مگر کسی کے اندر کوئی صلاحیت تو تھی نہیں،اس لئے مجبور ہو کر علامہ شبلی کے ساتھ مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی کو جوڑ دیا گیا۔بہر حال ان کی ادارت میں الندوہ نکلا اور اس نے پورے ہندوستان کے

اہل علم میں اپنا سکہ بٹھا لیا۔ اس وقت رسالہ مخزن لاہور کے علاوہ اس کا کوئی ہم سر نہیں تھا۔ ۱۹۱۳ء میں علامہ شبلی کے ندوہ سے بد دل ہوکر چلے آنے کے بعد کچھ لوگوں نے مکھی پر مکھی مارنے کی کوشش کی مگر وہ کچھ دن بعد بند ہوگیا۔'' (نقوش زندگی، ص:۴۲)

راج بہادر گوڑ

[۱۹۱۸-۲۰۰۹ء]

نشاۃ الثانیہ

''شبلی سیاسی، سماجی اور تعلیمی ہر میدان میں تنگ نظری کے خلاف ہیں۔ موجود سے ناآسودہ ہیں اور ممکن الحصول کے لئے جہد حیات کے علم بردار ہیں۔ وہ نشاۃ ثانیہ میں اپنے ہم عصروں سے آگے ہیں۔ اوران کی کوتاہیوں کو دور کر کے آگے کی طرف بڑھتے ہیں۔ یہی نشاۃ ثانیہ شبلی کی دین ہے۔'' (سہ ماہی اردو ادب دہلی، شبلی نمبر، ص:۲۱)

پروفیسر ممتاز حسین

[۱۹۱۸-۱۹۹۲ء]

بد مذاقی سے بچایا

''اگر شبلی بحیثیت ایک ناقد کے اردو ادب کے کوچے میں قدم نہ رکھتے تو شاعری سے متعلق ہمارا مذاق صحیح کب کا بگڑ چکا ہوتا۔ کیا شعر العجم اور کیا موازنہ انیس و دبیر، ان دونوں کتابوں نے ہمیں اس بد مذاقی سے بچایا ہے جو یاروں نے پیروی مغرب میں پیدا کر رکھی تھی اور جس کا سلسلہ ابھی تک بعض حلقوں میں جاری ہے اور پھر شبلی کا انداز بیاں کتنا فطری واضح، سبک اور گوارا ہے۔ تنقید میں شبلی سے بہتر اسلوب تو کسی اور کا نظر آتا نہیں ہے۔''

(مولانا شبلی ایک مطالعہ، ص۱۲)

حافظ نذر احمد

[۱۹۱۹-۲۰۱۱ء]

ہمہ گیر شخصیت

''شبلی کو بجا طور پر ایک ہمہ گیر شخصیت کہا جا سکتا ہے۔ وہ معلم بھی تھے اور مصنف بھی۔ سیرت نگار بھی تھے اور مورخ بھی۔ ادیب شہیر بھی تھے اور تاریخ ادبیات کے ماہر بھی۔ وہ یگانہ محقق بھی تھے اور ماہر نقاد بھی۔ انہوں نے ایک طرف مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے چمن کی آبیاری کی دوسری طرف ندوۃ العلما کی منفرد درسگاہ کی بنیاد ڈالی۔ انہوں نے دارالمصنّفین جیسا عظیم تصنیفی ادارہ قائم کیا اور اپنے پیچھے مشہور شاگردوں کی جماعت چھوڑ گئے۔ یہ خوش بختی بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہے۔'' (کریسنٹ، لاہور، شبلی نمبر، ص:۱۵)

انجمن ساز

''شبلی اپنی ذات میں انجمن نہیں بلکہ انجمن ساز تھے۔ حق تو یہ ہے کہ انجمن ساز نہیں ادارہ ساز تھے۔ ادارے بھی وقتی یا عام سطح کے نہیں بلکہ مستقل اور دائمی نوعیت کے ادارے جو اپنے قیام کی گولڈن جبلی کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ ایسے ادارے جو صدی گذر جانے کے باوجود اپنی جگہ منفرد اور یکتا ہیں۔ ندوۃ العلماء لکھنؤ برصغیر پاک و ہند کی وہ علمی درسگاہ ہے جس کا نصاب، بنیادی فکر اور ذریعہ تعلیم آج بھی انفرادیت کا حامل ہے۔.............. دارالمصنّفین اعظم گڑھ تحقیقی، تربیتی اور تصنیف و تالیف کا ادارہ ہے، جس کی اپنی چھاپ ہے، جس کی مطبوعات زبان حال سے اپنے ارادے کی نشان دہی کر دیتی ہیں۔ یہ سب علامہ شبلی کی ادارہ ساز شخصیت کا پرتو ہے۔'' (سرگذشت ایام، ص ۲۸)

ان کا لکھا مستند

''انہوں نے جو کچھ لکھا بڑی تحقیق سے لکھا اور جو موضوعات ہیں ان میں اولیت کا سہرا

ان کے سر بندھا ہے۔ ان کا لکھا مستند تھا اور اپنے موضوع پر حرف آخر کہلایا۔ علامہ شبلی کا دائرہ نگارش بہت وسیع ہے۔ انہوں نے سیرت کا موضوع اپنایا تو اسے کسی ایک دائرے یا کسی ایک دور تک محدود نہیں رکھا، بلکہ اس میں پہلی صدی ہجری سے لے کر اپنے دور تک مختلف ہستیوں کو چنا، ان میں ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے خلیفہ ثانی بھی ہیں اور سلاطین اسلام بھی، مشاہیر اسلام بھی ہیں اور شعرائے کرام بھی۔'' (سرگذشت ایام، ص:۲۹)

پروفیسر خورشید الاسلام

[۱۹۱۹-۲۰۰۶ء]

پہلا یونانی

''شبلی پہلے یونانی تھے جو مسلمانوں میں پیدا ہوئے۔ وہ انشاپرداز تھے اگر انشا پرداز نہ ہوتے تو مصور ہوتے۔ ان کا علم، ان کی بصیرت، ان کی پرواز فرشتوں سے لاگ نہیں کھاتی، یہی ان کی سب سے بڑی خوبی ہے۔ اگر وہ فرشتہ ہوتے تو ان کی سوانح عمری بہت مختصر ہوتی۔ ایک انقلاب میں پیدا ہوئے اور دوسرے انقلاب میں مر گئے، گویا وہ ایک مختصر سا خط مستقیم ہوتے، لیکن زندگی کا حسن اس میں نہیں ہے۔'' (تنقیدیں، ص:۳۸)

ناکام دیوزاد

''شبلی حسن خیال کے بھی قائل تھے اور حسن عمل کے بھی۔ وہ یونانی تھے۔ میں نے جان بوجھ کر شبلی کو یونانی کہا ہے، لیکن مجھ سے ایسی غلطی سرزد ہوگئی ہے جس کی معذرت کرنا ضروری نہیں، شبلی کی زندگی توازن کی تلاش میں صرف ہوئی یا یوں کہئے کہ تلف ہوگئی، لیکن ہماری معاشرت میں وہ ایک ناکام دیوزاد کی حیثیت رکھتے ہیں۔''

(تنقیدیں، ص:۳۹)

ڈاکٹر سلام سندیلوی

[۱۹۱۹-۲۰۰۰ء]

ناانصافی

''تمام نثر نگاروں میں آزاد اور حالی کا ذکر بہ حیثیت شاعر کے بھی کیا جاتا ہے، لیکن شبلی کو اس محفل میں جگہ نہیں دی جاتی ہے۔ یہ شبلی کے ساتھ بے انصافی ہے۔ جہاں تک شاعرانہ صلاحیت کا تعلق ہے، شبلی آزاد اور حالی سے کم نہیں ہیں، اس لئے شبلی کو محقق و مورخ اور نقاد کے ساتھ شاعر بھی تسلیم کرنا ہمارا فرض ہے۔'' (ادیب، علی گڑھ، شبلی نمبر، ص:۱۵۴)

نظم نگاری

''اگر شبلی زیادہ نظمیں نہ کہتے اور صرف انہیں چار نظموں کے خالق ہوتے، اس وقت بھی شبلی کو ایک اچھا شاعر کہنے میں کسی کو تامل نہیں ہوسکتا تھا۔ شبلی کی شاعرانہ عظمت کا ایک ثبوت اور بھی ہے، انہوں نے اسلامی نظمیں کہہ کر اردو میں ایک طرح نو ڈال دی۔ اس طرح نو پر بعد میں اقبال نے تخیل کا ایوان تعمیر کیا۔ اس لحاظ سے شبلی کو اقبال کا پیش رو کہا جاسکتا ہے اور یہ فخر شبلی کے لئے کچھ کم نہیں۔''

(ماہنامہ ادیب، علی گڑھ، شبلی نمبر، ص:۱۶۷)

ڈاکٹر عبادت بریلوی

[۱۹۲۰-۱۹۹۸ھ]

نیا انداز نقد

''شبلی اردو کے ممتاز نقاد ہیں۔ انہوں نے اردو میں تنقید کی داغ بیل ڈالی۔ ان کے ساتھ آزاد اور حالی بھی اس سلسلے میں پیش پیش رہے۔ اردو ادب میں تنقید کے علم برداروں کی حیثیت سے ان کا مرتبہ بھی اپنی جگہ مسلم ہے۔ شبلی کی تنقید کا انداز ان دونوں نقادوں سے مختلف

ہے لیکن اس میں شبہ نہیں کہ وہ اپنی ایک مخصوص انفرادیت رکھتی ہے اور اس نے اردو تنقید کو ایک نئے انداز سے آشنا کیا۔'' (ادیب علی گڑھ، شبلی نمبر، ص: ۲۰۸)

جدت اور اپج

''شبلی کا مرتبہ نقاد کی حیثیت سے مسلم ہے۔ ان کی نظر میں وسعت اور گہرائی ہے۔ جدت اور اپج ہے اور ان کے اثرات ان کی تنقید میں بھی نظر آتے ہیں۔ تنقید اور ادبی تجزیے کے میدان میں وہ کسی سے کم اہمیت نہیں رکھتے تھے۔ ان کے جمالیاتی ذوق کی بلندی ہر شکل میں حسن احساس کی صلاحیت اور فارسی ادبیات کے گہرے مطالعے نے ان کو اس مرتبے پر پہنچا دیا ہے جس پر ان کے زمانے میں کوئی نہیں پہنچ سکا۔''

(اردو تنقید کا ارتقا، ص: ۱۸۷، علی گڑھ، ۱۹۸۸ء)

پروفیسر امیر حسن عابدی

[۱۹۲۱-۲۰۱۱ء]

فارسی شاعری کی تنقید

''علامہ شبلی نعمانی کو یہ اولیت حاصل ہے کہ سب سے پہلے انہوں نے فارسی شاعری کو انتقادی نظر سے دیکھا۔ نیز اس کو ہندوستانیوں کے لئے نہیں بلکہ ایرانیوں، افغانیوں، تاجیکیوں اور دوسرے فارسی کے عاشقوں کے لئے پوری طرح روشناس کرایا۔ شعرالعجم کا فارسی ترجمہ ایران اور افغانستان میں شائع ہو چکا ہے اور بہت مقبول ہوا ہے۔ نیز فارسی کے علما اور دانش مندان کی عظمت اور بزرگی کے قائل ہیں۔''

(غالب نامہ، دہلی۔ حافظ محمود شیرانی نمبر ص ۲۵۱)

رفیق احمد خاں

[۱۹۲۱-۱۹۸۳ء]

نئی امنگیں اور ولولے

شبلی کی سیاسی نظموں میں ایک خاص رنگ ہے جو صرف انہی کا حصہ ہے۔ جذبہ کی شدت ،دلیل و برہان کا زور اور انداز بیان کے حسن کے ساتھ طنزیہ رنگ کی آمیزش اور پھر توازن واعتدال کی کیفیت ایک نرالی بات اور خاص دلکشی پیدا کرتی ہے۔ انہوں نے اخلاقی و تاریخی موضوعات پر جس انداز میں طبع آزمائی کی ہے وہ بھی انہی کا حصہ ہے، مگر ان کی قادرالکلامی کا اصلی روپ ان کی سیاسی نظموں میں جلوہ گر ہے۔ یہ نظمیں پرسوز بھی ہیں اور پرجوش بھی اور ان کی ڈرامائی کیفیت ان کا خاص وصف ہے۔قوم میں ان نظموں سے نئی امنگیں اور ولولے بیدار ہوئے۔ (کریسنٹ،لاہور،شبلی نمبر،ص:۴۰۶)

سلیمان اریب

[۱۹۲۲-۱۹۷۰ء]

تاریخ ساز

''شبلی کا شمار اردو کی عہد آفریں اور تاریخ ساز شخصیتوں میں ہوتا ہے۔......سرسید کے بعد اگر ان کے گروہ میں کوئی شخصیت اپنے نظریات کی انفرادیت کی وجہ سے سب سے ممتاز نظر آتی ہے تو وہ مولانا شبلی کی شخصیت ہے۔ جنھوں نے ایک مورخ کی حیثیت سے مسلمانوں میں ان کے عہد عروج کی سیاسی اور قومی زندگی کی مثالیں پیش کر کے بیداری کی نئی طرح ڈالی۔ شعر العجم لکھ کر اردو میں تنقید شعر کا ایک نیا اور بہت اونچا معیار قائم کیا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اردو تنقید آج تک حالی کے مقدمہ اور شبلی کی شعر العجم کی ایسی وقیع اور مستقل اہمیت رکھنے والی تصنیفات پیش نہیں کرسکی۔ حالی کو تو وہ اہمیت مل گئی جس کے وہ بجا طور پر مستحق تھے، لیکن شبلی کی شخصیت اور ان کے کام کے ساتھ صحیح معنوں میں اب تک ہم نے انصاف نہیں کیا۔ شبلی صرف

مورخ ونقاد ہی نہیں تھے خود شاعر بھی تھے۔ اور انھوں نے باوجود اسلامی نقطہ نظر رکھنے کے ہندوستان کی مسلم فرقہ وارانہ سیاست پر کانگریس کی غیر مذہبی سیاست کو ترجیح دے کر اس سے اپنا سیاسی رشتہ جوڑا۔ اس منزل پر ہم کو شبلی سرسید سے بھی آگے نظر آتے ہیں۔''

(صبا، حیدرآباد (شبلی نمبر) ص ۶-۷)

ڈاکٹر وزیر آغا

[پ: ۱۸/مئی ۱۹۲۲ء]

منظومات شبلی

''یہ نظمیں خلوص، تڑپ اور ہمدردانہ انداز بیان کے باعث بھی حد درجہ مقبول ہوئیں۔ الفاظ کے استعمال کا انہیں ایسا اچھا سلیقہ ہے اور مافی الضمیر کے اظہار کے لئے انہیں اتنی کم تگ ودو کرنا پڑی ہے کہ ان کی بیشتر نظمیں ایک قدرتی غنائیت سے لبریز دکھائی دیتی ہیں۔''

(سہ ماہی فکر ونظر علی گڑھ، شبلی نمبر، ص: ۴۱)

پروفیسر عالم خوندمیری

[۱۹۲۲-۱۹۸۳ء]

سلسلہ کلامیہ

''شبلی خود بھی نہیں چاہتے تھے کہ ذہنی قیادت کی زمام علماء کے ہاتھوں سے چھوٹ جائے۔ وہ علماء کو ایک نیا ذہن عطا کرنا چاہتے تھے۔ وہ نئی شراب پرانی بوتلوں میں بھرنے کے قائل تھے۔ یہ دوسری بات ہے کہ وہ اس انجام سے بے خبر تھے کہ نئی شراب کی تندی پرانی بوتلوں کو پگھلا دے گی۔ وہ قدیم لباس میں نئی روحوں کو جلوہ گر دیکھنا چاہتے تھے۔ لیکن انہیں اس کا اندازہ نہیں تھا کہ نئی روحیں ہمیشہ نئے لباس کی طلب گار رہوتی ہیں۔ بہرحال شبلی نے اپنے لئے ایک نیا راستہ تلاش کیا۔ ان کی خداداد ذہانت نے ان کی رہنمائی کی اور انہوں نے طے

کیا کہ نئے علم کلام کی تشکیل کے لئے سب سے پہلے قدیم عمارت سے ساز وسامان حاصل کئے جائیں۔انہوں نے مسلمانوں کوسب سے پہلے اس بات سے آگاہ کرنے کی کوشش کی کہ جس فکری آزادی پر جدید سائنس اور فلسفہ کی بنیاد ہے وہ اسلامی تاریخ کا ایک ایسا کارنامہ ہے جس کی مثال کسی پرانے تمدن میں نہیں ملتی۔'' (صبا،حیدرآباد،شبلی نمبر،ص:۵۳)

تمنا

''اس گری ہوئی حالت میں بھی اگر سر بلند ہونے کی تمنا ہمارے دلوں میں مچلتی ہے تو اس تمنا کی چنگاری شبلی نے سلگائی تھی۔شبلی کے ایک وارث ابوالکلام ہیں جن کی لافانی تفسیر قرآن پاک ترجمان القرآن ،شبلی کی منطق کا پنہاں نتیجہ ہے۔آزاد کے ذریعہ شبلی کی عقل پسندی،کھلی انسانیت دوستی کا روپ اختیار کر لیتی ہے۔اور غالب کی یہ بات کہ

ہم موحد ہیں ہمارا کیش ہے ترک رسوم ملتیں جب مٹ گئیں اجزائے ایماں ہوگئیں

وحدت ادیان کے فلسفیانہ تصور میں ظاہر ہوتی ہے۔شبلی کے ایک دوسرے وارث اقبال ہیں جنہوں نے شاعری کے ذریعہ پیغمبری کرتے ہوئے بتایا کہ مذہب جسے بیجا طور پر نہیں بلکہ ایک حد تک بجا طور پر افیون کہا گیا تھا،صحیح طریقہ پر استعمال کیا جائے تو ٹانک کا کام بھی دے سکتا ہے۔شبلی نے مرض کی صحیح تشخیص کی تھی،لیکن نسخہ تجویز نہ کر سکے۔اقبال اور ابوالکلام نے نسخے تجویز کئے۔'' (صبا حیدرآباد،شبلی نمبر،ص:۵٦)

پروفیسر محمد طفیل دارا

[۱۹۲۳-۱۹۹۷ء]

مرد مجاہد

''مولانا شبلی کے سینے میں ایک مرد مجاہد کا دل دھڑکتا تھا۔اور ایک مرد مجاہد خدا کے سوا کسی بھی دوسری ہستی سے مدد کا طالب نہیں ہوتا۔مولانا شبلی کی یہ خصوصیات نثر و نظم دونوں میں

جاری و ساری ہیں۔مولانا کا یہ انداز فکر اس لئے تھا کہ مسلمان خدا کے سوا جس طاقت کے سامنے بھی جھکے گا، یا جس دروازے پر بھی دستک دے گا وہ غیر اسلامی ہوگا۔اور کوئی مسلمان بھی اپنے فکر و اعمال میں غیر اسلامی پیوند برداشت نہیں کرسکتا۔اپنی اسی فکری فضا میں بستے ہوئے مولانا نے یہاں بھی مسلمانوں کو دوسروں کے احسان سے محفوظ رہنے اور خدا کے بھروسے پر اپنی مدد آپ کرنے کی تلقین کی ہے۔''(کریسنٹ، لاہور،شبلی نمبر ص ۲۱۹)

ڈاکٹر گیان چند جین

[۱۹۲۳-۲۰۰۸ء]

قصیدہ نگاری

''شبلی نے نئی شراب پرانے پیمانے میں پیش کی تھی۔انہیں شک ہوا کہ قصیدے کے اسلوب سے ان پر روایتی مدح گستری کا الزام نہ آجائے خاتمہ قصیدہ پر انہوں نے یہ بات صاف کردی اور اس بے باکی سے صاف کی کہ شاعری کی خداوندی ممدوح کی مدح پر مسلط ہو گئی۔وہ کہتے ہیں اور تعلیٰ کی دل کشی میں عرفی اور مومن سے آگے نکل جاتے ہیں:

مدح مقصود نہیں جوش محبت ہے یہ
میں نہیں وہ کہ لکھوں مدحت ارباب دول

(ماہنامہ ادیب،علی گڑھ،شبلی نمبر ص ۱۴۰)

مولانا سید مرتضیٰ حسین فاضل

[۱۹۲۳-۱۹۸۷ء]

تاثیر آفرینی

''شبلی ہماری زبان کے نامور اور بہت بڑے ادیب، عالم، فلسفی، مفکر، مصلح اور مصنف ہیں۔شبلی کی شخصیت میں تنوع اور ان کی تخلیق میں رنگینی ہے۔ان کی تصنیفات گوناگوں اور ان

کے موضوع رنگا رنگ ہیں۔ اگر ہم کلام، سیرت، تاریخ، تعلیم اور ادب کے موضوعات پر شبلی کی تمام تخلیقات کا جائزہ لیں تو یہ بات محسوس کریں گے کہ مولانا کی ہر کتاب ان کے بہترین اسلوب نگارش کی ترجمان ہے، یعنی شبلی صاحب اسلوب ہیں۔ اور وہ اسلوب خشک، سادہ، بھاری اور فقط مقصدیت کا ترجمان نہیں بلکہ اس میں شبلی کا تاثر بھرپور انداز میں عکس فگن ہے۔ پھر یہی نہیں کہ وہ سراسر تاثر ہی تاثر ہے بلکہ اس میں تاثیر آفرینی بھی ہے۔''

(مقالات یوم شبلی، ص:۴۲)

اولیات

''شبلی نے پہلی مرتبہ شعر وشاعری کو اس کے سیاق وسباق میں دیکھا، پرکھا اور اس کے نتائج برآمد کئے۔ انہوں نے پہلی مرتبہ فارسی شعر میں اپنے عہد کے مشاہیر کو یکجا کر کے ان پر بحث کی اور یہ بتایا کہ شعر کیوں کر سمجھا جائے اور کس شاعر کو کیوں کر پڑھا جائے۔ فردوسی پر سب سے پہلے انہوں نے نکتہ انگیز بحث چھیڑی۔ انیس پر سب سے پہلے انہوں نے خیال انگیز باتیں کہیں۔ فن شعر کے تجزیہ وتحلیل میں خشک منطق، خشک اصول، بے نمک تنقید لکھی۔''

(مقالات یوم شبلی، ص:۴۹)

پروفیسر ریاض الرحمٰن شروانی

[۱۹۲۴-۲۰۱۹ء]

قرض مع سود ادا کر دیا

''علامہ شبلی نے سرسید کی قیمتی لائبریری سے بہت استفادہ کیا تھا اور علی گڑھ کی آزاد خیالی کی فضا نے ان کے جوہر کو جلا بخشی تھی، لیکن انہوں نے یہ قرض مع سود کے ادا کر دیا تھا۔ انہوں نے کالج کی چہار گونہ خدمت انجام دی۔ صحیح اسلامی فضا پیدا کرنے کی کوشش کی۔ سیاسی بیدار مغزی کی بنیاد رکھی۔ عربی زبان وادب کو فروغ دیا اور اپنی بیش بہا تصنیفات وتالیفات

کے ذریعہ اس کے علمی خزانے کو مالا مال کیا۔ وہ آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے سالانہ اجلاسوں کی رونق تھے، بلکہ ان کی جان ہوتے تھے۔'' (دھوپ چھاؤں ص ۹۷)

سب سے ممتاز استاد

''اگر مجھ سے کہا جائے کہ ایم اے او کالج کے سب سے ممتاز استاد اور سب سے نامور طالب علم کا نام بتاؤ تو میں بلا تامل کہوں گا کہ علامہ شبلی اور مولانا محمد علی جوہر۔ علامہ شبلی کی عبقریت شبہے سے بالاتر ہے اور پروفیسر آل احمد سرور کی یہ رائے سراسر مبنی بر حقیقت ہے کہ اردو میں دانشور چار ہوئے ہیں، سرسید، علامہ شبلی، علامہ اقبال اور مولانا ابوالکلام آزاد۔''

(ایضاً، ص: ۹۸)

پروفیسر محمد فرمان ایم اے

[•••]

عجم کا حسن طبیعت عرب کا سوز دروں

شبلی جامع الحیثیات شخصیت کے مالک تھے۔ وہ قدیم وجدید کے ایک ایسے مخزن تھے جن کی دماغی وسعتوں میں اسلامی اقدار کی بالادستی کے ساتھ جدید سائنس وفلسفہ کے انکشافات کی عظمت بھی پوری طرح موجود ہے۔ وہ محقق تھے، ادیب وشاعر تھے، خطیب تھے، متکلم تھے، ان کی فلسفیانہ موشگافیاں قابل داد ہیں۔ سیاست کے خارزار میں وہ کانگریس کے ہم نوا تھے۔ تعلیم کے میدان میں وہ قدیم وجدید کے حسین امتزاج کے داعی تھے۔ غرضیکہ انہوں نے مختلف موضوعات پر قلم اٹھایا ہے اور گوناگوں علمی مسائل سے بحث کی ہے۔ علم کے میدان میں وہ کسی کے مقلد نہیں ہیں۔ ان کی طبع سلیم میں تفوق پسندی کا ایک شدید جذبہ موجود تھا جو انہیں ہر مرحلے میں ایک انفرادی حیثیت دیتا ہے اور ان کی رائے ہمیشہ آزاد ہوتی ہے۔ وہ اپنے دعووں کے ثبوت میں مستند شواہد اور معقول دلائل پیش کرتے ہیں اور ان کا پرزور

طرز بیان ان دلائل کو ایک ایسی تاثیر عطا کرتا ہے جو ان ہی کا حصہ ہے۔‘‘

(تاریخ ادبیات پاک و ہند، ج ۴، ص ۱۷۵-۱۷۶)

ضیاء الحسن فاروقی

[۱۹۲۵-۱۹۹۶ء]

مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم

’’مصنف نے اپنے انداز نگارش کے سہارے مسلمانوں کی علمی خدمات کی ایک جیتی جاگتی تصویر پیش کر دی ہے۔ ایسی تصویر کہ اس طرح کا کوئی مرقع کسی ایک تصنیف میں نہیں ملتا۔‘‘

(اشخاص و افکار، ص:۸۷)

سیرت نبویؐ

’’اس میں مصنف نے اپنی علمیت، ذہانت، گہرے مطالعہ، تنقیدی صلاحیت اور مورخانہ ژرف نگاہی سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ سیرت نبویؐ پر قلم اٹھانے کا حق انہیں کا تھا۔‘‘

(اشخاص و افکار، ص:۱۱۴)

رشید حسن خاں

[۱۹۲۵-۲۰۰۶ء]

بے مثل فنکار

’’شبلی اپنے رنگ کے بے مثل فنکار ہیں، انھوں نے اپنے اشعار میں احساسات و جذبات کی بے لاگ تصویریں پیش کی ہیں۔ ایسی تصویریں جو حسین ترین رنگوں سے مزین ہیں اور جن کے امتزاج میں انھوں نے اس مذاق سلیم کا ثبوت دیا ہے جو کم دیکھنے میں آتا ہے۔ آپ پورا مجموعہ فارسی غزلیات کا پڑھ جایئے ایک شعر میں بھی اس حدیث شوق کے علاوہ کسی

دوسری بات کا بیان نہیں ہوگا۔ یہی بات ان کے مذاق سلیم کی سب سے بڑی خوبی ہے۔''
(مقالات رشید خاں، ج ۱ص ۶۷)

کثیر الجہات

''ان کی شخصیت کثیر الجہات تھی۔ سیاست، ادب، مذہب، تاریخ، فلسفہ وغیرہ بہت سے اطراف وموضوعات ان کی جولان گاہ تھے۔ وہ مولوی تھے، استاذ تھے، سیاسی مسائل سے بھی تعلق رکھتے تھے اور شاعر بھی تھے۔ ان کی سوانح کا سرسری مطالعہ بھی اس بات کی تعیین کے لئے کافی ہوگا کہ پرجوش جذباتیت ان کے مزاج کا غالب عنصر تھا اور اس کے اثرات بھی نمایاں ہوتے رہتے تھے۔ ادب میں ہی نہیں عام زندگی میں بھی، مثلاً وہ سردیوں میں بھی بہت تیز برف کا پانی پینا پسند کرتے تھے اور شیرینی اس قدر زیادہ مرغوب تھی کہ میٹھی سے میٹھی چیز بھی کچھ کم میٹھی معلوم ہوتی تھی۔'' (انتخاب مضامین شبلی، ص:۹)

بحیثیت انشا پردازی

''انشا پرداز کی حیثیت سے شبلی کا مرتبہ اپنے معاصرین میں نہایت ممتاز ہے، ان کے یہاں نہ تو وہ سادگی ہے جس پر ''ابالی کھچڑی'' کی پھبتی کسی جاسکی اور نہ وہ رنگینی ہے جو تاریخ کو افسانہ بنا دیا کرتی ہے۔ ان کی عبارت میں ان کی شخصیت کی طرح پرشکوہ، بلند آہنگی اور پروقار دل کشی ہے۔ یہ زبان علمی زبان ہے، لیکن شگفتگی آمیز ہے۔'' (انتخاب مضامین شبلی، ص:۷)

مشکور حسین یاؔد

[۱۹۲۵-۲۰۱۷ء]

موازنہ انیس و دبیر

''ہم ''موازنہ انیس و دبیر'' کو کچھ بھی کہتے رہیں، لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں

کر سکتے کہ اس میں مولانا شبلی نے مرزا دبیر کے کلام کے بارے میں جو رائے بھی دی ہے اس کی صداقت اپنی جگہ قائم ہے۔اوراس رائے کی صداقت کی وجہ یہ ہے کہ مرزا دبیر کے کلام کی جانب سے ہزار عدم توجہی یا کوتاہ توجہی کے باوصف مولانا شبلی کے قلم سے مرزا صاحب کے آرٹ اور فن کے بارے میں حق بات کا اظہار بھی ہوتا رہا ہے۔ اور اسی حق گوئی کو وہ جادو کہا جاتا ہے جو سر چڑھ کر بولتا ہے۔'' (مشکور حسین یاد۔مطالعہ دبیر،ص:۸)

پروفیسر محمد حسن

[۱۹۲۶-۲۰۱۰ء

نیا معیار تنقید

''شبلی نے اردو تنقید کو نیا معیار دیا۔ایسا معیار جو وہی دے سکتے تھے۔وجہ یہ تھی کہ جس پرآشوب دور سے وہ دوچار تھے،اس نے ان کی پوری شخصیت کو مجموعی حیثیت سے نوازا تھا۔ اپنے زمانے کی للکار کا جواب زندگی کے مختلف شعبوں میں دینے کے لئے وہ مجبور تھے۔اوراسی نے ان کے مزاج کو ایک ہمہ جہتی رخ دیا تھا اور اسی رخ سے انہوں نے ادب کو دیکھا اور پرکھا۔''
(صحیفہ لاہور،شبلی نمبر،ص:۴۴۹، جولائی تا دسمبر ۲۰۱۴ء)

مولانا اسیر ادروی

[۱۹۲۶-۲۰۲۱ء]

جوہر شبلی

''ہم آج ان (انیس ادیب) کے مقالہ کے اس حصہ کو پیش کر رہے ہیں جو شبلی نعمانی کی فارسی شاعری سے متعلق ہے۔انھوں نے بالکل صحیح کہا ہے کہ شبلی نعمانی دراصل اردو کے نہیں فارسی کے شاعر تھے۔ان کے جوہر فارسی میں کھلے۔راقم الحروف کو موصوف کی اس صداقت سے حرف بہ حرف اتفاق ہے۔ان کی فارسی غزلوں کو پڑھئے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ حافظ

شیرازی بادۂ شیراز کا چھلکتا ہوا جام ہاتھوں میں لئے کھڑے ہیں۔ وہی سرمستی، وہی شوخی، وہی انداز لب ولہجہ جو زندگی کو کیف وسرور سے بھر دے۔'' (نقوش صدرنگ، ص ۸)

الطاف فاطمہ

[۱۹۲۷-۲۰۱۸ء]

سوانح نگاری

''مولانا شبلی نعمانی کی روشن اور پرجلال شخصیت اس دور کی سوانح نگاری پر کچھ اس طرح چھائی ہوئی ہے کہ ان کے معاصرین کی نوشتہ سوانح عمریوں کی حیثیت ضمنی ہو کر رہ گئی ہے۔'' (اردو ادب میں فن سوانح نگاری ص ۱۱۳)

ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی

[۱۹۲۸-۲۰۰۳ء]

حرف آخر کی مہر

''شبلی نے موازنہ لکھ کر حرف آخر کی مہر لگادی۔ اگر شبلی کے جذبہ انیس نوازی کو نظر انداز کر دیں تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ شخصی تنقید پر ہماری زبان میں اس انداز کی کتابیں بہت کم لکھی گئی ہیں۔ شبلی نے موازنہ لکھا اور ملک میں قیامت برپا ہوگئی۔ ہر طرف سے بوچھاڑ شروع ہوگئی۔ کچھ نے حب علیؓ میں اور کچھ نے بغض معاویہ میں انیس کے ساتھ۔ شبلی یا شبلی کے ساتھ انیس کو بھی مورد عتاب قرار دیا، مگر شبلی کے خلاف دبیر کی حمایت میں سب سے سنجیدہ کتاب ''المیزان'' تھی، جس میں مصنف نے کافی اعتدال اور توازن کے ساتھ شبلی کا جواب دیا ہے۔ ورنہ عام طور سے لوگوں نے شبلی کا جواب کیا دیا ہے منہ چڑایا ہے۔''

(تحقیقی مطالعہ انیس، ص: ۷)

ڈاکٹر انور سدید

[۱۹۲۸-۲۰۱۶ء]

حواس خمسہ کے غلام نہیں

''اس عہد میں شبلی نعمانی کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ انہوں نے زندگی کی برف کو نہ صرف پگھلا دیا بلکہ اسے خون کی طرح تیز گردش کرنے کی تحریک بھی دی۔ڈاکٹر خورشید الاسلام نے انہیں مسلمانوں میں پیدا ہونے والا پہلا یونانی شمار کر کے بالواسطہ طور پر ان کی جمال پسندی کا زاویہ ابھارا ہے۔قوم کا درد شبلی کے دل میں بھی موجود تھا،لیکن ان کے داخل میں اپنی راہ خود تراشنے اور موجود سے بغاوت کرنے کا جذبہ بھی موجزن تھا۔وہ حواس خمسہ کے غلام نہیں تھے، لیکن ان کے ہاں حواس کو سیراب کرنے کی آرزو اہمیت ضرور رکھتی ہے اور وہ خون تمنا کا قصاص بھی طلب کرتے تھے۔''

(وزیر آغا کے خطوط ص:۶۴)

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

[پ:۱۹۲۹ء]

غیر معمولی شخصیت

''علامہ شبلی نعمانی برصغیر پاک وہند کی ایک غیر معمولی شخصیت تھے۔ان کی اہم ترین خصوصیات میں ملت اسلامیہ کی موجودہ پس ماندگی،ملت کے شاندار ماضی کی یاد اور اس کی بحالی کے لئے کچھ نہ کچھ کر ڈالنے کا جذبہ اور زمانہ کے قدیم وجدید کے درمیان ایک متوازن ربط پیدا کرنے کی خواہش موجزن تھی،جس کو انھوں نے اپنے مؤثر اور بلیغ شعر ونثر میں ظاہر کیا ہے۔''

(مطالعہ تصنیفات علامہ شبلی نعمانی،مقدمہ،ص:۵)

مفتون احمد

[۱۹۲۹-۱۹۸۷ء]

جمہوریت

''مولانا کہیں بھی جمہوریت کونہیں بھولتے۔ان کا موقف یہ ہے کہ جمہوریت ہی اسلام کی روح ہے۔الفاروق میں لکھتے ہیں کہ'' حکومت میں جس قدر رعایا کودخل دینے کا زیادہ حق حاصل ہوگا اسی قدر اس میں جمہوریت زیادہ ہوگی،اس لئے کہ جمہوریت ہرشہری کو اپنے حقوق وفرائض کی حفاظت کا پورا موقع دیتی ہے۔'' وہ ایک مذہبی عالم ہوتے ہوئے بھی علما کی تنگ نظری،خشونت اور غیر مذہب کے خلاف تعصب کا سختی سے مقابلہ کرتے ہیں۔وہ کہتے ہیں کہ یہ تمام اوصاف جو ہمارے قدیم علماء میں پائے جاتے ہیں تمدن کے خلاف ہیں۔یہی وجہ ہے کہ یورپین مصنّفین کی غلطیوں کی نشاندہی کرنے کے باوجود وہ ان سے نفرت کا اظہار نہیں کرتے، بلکہ ان کی تحقیق وتلاش کے معترف ہیں۔ ہندوؤں نے اسلامی تمدن کو اپنانے میں جس فراخ دلی ثبوت دیا،اس کے بھی وہ مداح ہیں۔''(مولانا شبلی ایک مطالعہ،ص ۹)

پروفیسر مغنی تبسم

[۱۹۳۰-۲۰۱۲ء]

مسحورکن شخصیت

''شبلی نعمانی اردو ادب کی ایک نہایت دلکش، بارعب اور مسحور کن شخصیت ہیں۔ان کی حیات ایک مسلسل علمی جہاد سے عبارت رہی۔وہ تادم آخر ایک مذہبی جوش اور لگن کے ساتھ علم و ادب کی خدمت میں لگے رہے۔''(شبلی نقادوں کی نظر میں،ص:۵)

سب سے بڑا کارنامہ

''سرسید کی اصلاحی تحریک نے مغرب سے کسی قدر مرعوب ہوکر ہماری قدیم تہذیب

اورتاریخ کی طرف منفی رویہ اپنایا تھا جس میں احساس کمتری شامل تھا۔شبلی کی تحریروں نے قوم کو اس احساس کمتری سے باہر نکالا اور یہی شبلی کا سب سے بڑا کارنامہ ہے۔'' (ایضاً،ص:۶)

ہم عصروں میں ممتاز

''ایک ادیب کی حیثیت سے شبلی اپنے تمام ہم عصروں میں ممتاز نظر آتے ہیں۔تاریخ ہو یا سوانح،تنقید ہو یا انشائیہ۔ان کا اشہب قلم جس صنف میں رواں ہوا اسے زیر نگیں کرلیا۔''

(شبلی نقادوں کی نظر میں ص ۶)

جدید نثر کے بانی

''شبلی کے اسلوب میں جو قوت اور صلاحیت ہے وہ کسی کے یہاں نہیں ملتی۔جب ہم شبلی کی تصانیف کو اس دور کی دوسری نثری تصانیف کے مقابل رکھ دیتے ہیں تو یہ باور نہیں آتا کہ یہ ایک ہی زمانے میں لکھی گئی ہیں۔شبلی صحیح معنوں میں جدید نثر کے بانی ہیں۔انھوں نے نثر کی زبان کو اس معیار پر پہنچا دیا جہاں وہ ہر طرح کے مطالب،جذبات اور خیالات کو مؤثر طور پر ادا کرسکتی ہے۔شبلی کا اردو نثر میں وہی مرتبہ ہے جو شاعری میں غالب کو حاصل ہے۔''

(ایضاً ص ۷)

پروفیسر محمود الٰہی

[۱۹۳۰-۲۰۱۴ء]

قصیدہ

''وہ قصیدے سے قومی بیداری اور حب الوطنی کی پیغام بری کا کام لینا چاہتے تھے۔وہ اسلاف کے جوش انگیز واقعات سے حال کی مردہ دلی کو ختم کرنا چاہتے تھے۔مداحی کو وہ بڑے کام کی چیز سمجھتے تھے بشرطیکہ اس میں صداقت اور راستی ہو اور اس سے جذبات میں تحریک پیدا

ہو۔شبلی کی متعدد اخلاقی، سیاسی اور مذہبی نظمیں اسی اصول کی علم بردار ہیں۔ وہ مدح کرتے ہیں مگر قصیدے کی روش سے ہٹ کر۔ان کی مدح نہ کسی مخصوص عروضی ترکیب کی پابند ہے اور نہ روایتی اجزائے ترکیبی کی حامل۔ وہ مسلمانوں کے شاندار کارناموں کو دہرا کر اپنے عہد کو غور وفکر کی دعوت دیتے ہیں۔''

(ادیب علی گڑھ،شبلی نمبر ص۱۳۹)

متنی تحقیق کا محقق اول

''سرسید کی تدوینات نے اردو کی ادبی تدوین کو ذرا بھی متاثر نہیں کیا۔اردو کی پہلی ادبی تدوین شبلی کی گلشن ہند مولفہ مرزا علی لطف سنہ ۱۹۰۶ء میں سامنے آئی۔''

(ارمغان رفیع الدین ہاشمی،ص:۱۳۳)

عبدالقوی دسنوی

[۱۹۳۰-۲۰۱۱ء]

قدآور شخصیت

''وہ (مہدی حسن افادی) اس تحریک (علی گڑھ) کی سب سے قدآور شخصیت علامہ شبلی نعمانی سے بے حد متاثر تھے۔ان کی عظمت اور قدر و قیمت کے معترف تھے۔اور ان سے طرح طرح کی امیدیں وابستہ کئے ہوئے تھے۔شبلی ان کے دل ودماغ پر جس حد تک چھائے ہوئے تھے، اس کا نمایاں اثر ان کی تحریر وتقریر اور فکر وخیال پر پڑا۔وہ بہت کچھ نہ لکھنے کے باوجود وہ مقام حاصل کرنے میں بہت جلد کامیاب ہوگئے جو بہتوں کو سب کچھ لکھنے کے بعد بھی نہیں ملتا۔''

(مہدی حسن افادی،ص:۷)

پروفیسر انجم اعظمی

[۱۹۳۱-۱۹۹۰ء]

تصنیف کی خوشبو

''شبلی شعرالعجم اور الفاروق جیسی بڑی کتابوں کے مصنف ہیں، جن کی خوشبو اردو داں حضرات کا حلقہ توڑ کر دنیا کے مختلف گوشوں تک پہنچ گئی ہے۔ لیکن شبلی کی زندگی ایک بحرِ ذخار تھی جہاں سے الفاروق، شعرالعجم، سیرت النبی اور موازنہ انیس و دبیر کے علاوہ دوسرے کئی انمول موتی برآمد ہوئے۔'' (ادب اور حقیقت، ص: ۲۲۵)

غالب کے بعد شبلی

''شبلی اپنے عہد کے بہترین انشاپرداز تھے۔ اردو کی تخلیقی نثر شبلی ہی کی روایت ہے۔ محمد حسین آزاد کی نثر بے حد خوب صورت اور دلآویز ہے، لیکن وہ منفرد انداز نگارش ہی کی حیثیت سے زندہ رہے گی۔ ہمارے عہد کے تقاضوں اور علم وفن کے موضوعات سے ہم آہنگ نہیں ہے بلکہ بجائے خود فن کا ایک اعجاز ہے۔ سرسید اور حالی کی نثر شبلی کی زبان کے مقابلے میں پھیکی اور بے جان ہے۔ اسی لئے نثر کے ارتقا میں غالب کے بعد شبلی ہی کا نام آتا ہے۔''

(ادب اور حقیقت، ص: ۲۲۵)

کوئی حریف نہیں

وہ عالم اتنے بڑے تھے کہ دنیائے اسلام میں انڈونیشیا سے مراکش تک ان کا کوئی حریف نہیں تھا۔ اہل سیاست کی مکاریوں اور چالبازیوں سے ان کا تعلق دور دور تک نہ تھا، لیکن سیاسی سوجھ بوجھ کے اعتبار سے درجہ اول کا ذہن رکھتے تھے۔ علی گڑھ آ کر سرسید کے کالج میں ملازم اور سرسید تحریک کے رکن بنے۔ لیکن ندوہ کا قیام بھی انہی کی کوششوں کا نتیجہ تھا۔ وہ اردو اور فارسی دونوں کے بے مثل شاعر تھے۔ شاعری ان کی زندگی میں ثانوی حیثیت رکھتی تھی، لیکن

اس کے باوجود اردو میں مخصوص طنزیہ سیاسی نظموں اور اخلاقی نظموں کی طرف سب سے پہلے شبلی ہی نے توجہ کی۔ جوش اور اقبال جیسے بزرگ شعرا ان کی نظموں سے متاثر ہوئے۔''

(ادب اور حقیقت، ص ۲۲۶)

پروفیسر رفیع اللہ شہاب

[۱۹۳۱-۲۰۰۳ء]

سیلاب بلا

''سرسید کے بعد شبلی نعمانی پہلے ایسے شخص تھے جنہوں نے کفر والحاد کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکنے کی شعوری کوشش کی تھی اور ندوۃ العلما کے ایک اجلاس میں علما کو خبردار کیا تھا کہ وہ اس کفر والحاد کو روکیں جو فلسفہ کی کمین گاہوں سے نکل کر ہندوستان کی طرف بڑھ رہا ہے۔ شبلی کی معروضات پر بہت کم لوگوں نے دھیان دیا۔ بعض انہیں مادہ پرست اور بعض بے دین کہنے لگے۔ بعضوں نے ان پر کفر کا الزام لگایا۔ وہ اپنی ذات میں مسلمانوں کے ساتھ مخلص تھے۔ انہوں نے ہر اعتراض کا خندہ پیشانی کے ساتھ مقابلہ کیا۔ اور اس بات کی کوشش کی کہ عوام ان کے بیانات پر جذباتی طور پر مشتعل ہونے کی بجائے غور کریں۔'' (علم الکلام اور الکلام، ص: ۱۴۰)

ڈاکٹر احمر لاری

[۱۹۳۲-۲۰۱۱ء]

ایجی ٹیشنل نظمیں

''شبلی نے تاریخ، مذہبیات، سوانح، سفرنامہ، تنقید، شاعری اور مقالہ نگاری ہر میدان میں اشہب قلم کو دوڑایا اور اردو ادب کے باغ میں مختلف رنگ و بو کے پھول کھلائے۔ انہوں نے اردو میں ایجی ٹیشنل نظموں کی بنیاد ڈالی۔ موازنہ انیس و دبیر اور شعرالعجم لکھ کر تنقید کا معیار بلند کیا اور تاریخ، سوانح اور مذہبیات میں کئی اعلیٰ پائے کی تصانیف پیش کیں۔''

(حسرت موہانی حیات اور کارنامے، ص ۵۱)

ڈاکٹر خلیق انجم

[۱۹۳۵-۲۰۱۶ء]

ادبی کارنامہ

''شبلی عالم دین تھے۔ الفاروق، سیرۃ النبیؐ جیسے غیر فانی مذہبی شاہکاروں کے مؤلف تھے۔ فارسی اور اردو کے بہت بڑے اسکالر، ادیب اور نقاد تھے۔ موازنہ انیس و دبیر کا شمار بہترین تنقیدی تحریروں میں ہوتا ہے۔ شعرالعجم تمام تر کوتاہیوں کے باوجود اپنے موضوع پر واحد کتاب ہے۔ اس کتاب کا فارسی ترجمہ ہو چکا ہے اور اہل ایران اسے قابل قدر ادبی کارنامہ سمجھتے ہیں۔'' (شبلی معاندانہ تنقید کی روشنی میں ص ۸)

مولانا سعید الرحمٰن اعظمی

[پ: ۱۴/ مئی ۱۹۳۵ء]

روشن دماغ

''وہ روشن دماغ اور روشن ضمیر تھے۔ وہ اپنی تابناک زندگی میں یکتائے روزگار تھے۔ وہ وسیع الخیال، دور اندیش اور ایک شاداب فکر کے نمائندے تھے۔ وہ قدیم و جدید تقاضوں سے پوری طرح آشنا تھے۔ وہ اپنے عصر کے ممتاز عالم و مورخ اور ادیب تھے۔ وہ جس موضوع پر لکھتے اس کا حق ادا کر دیتے اور ایسے نت نئے گوشوں کو عالم آشکارا کرتے کہ بڑے بڑے مورخین، اہل علم و دانش اور سنجیدہ فکر کے حامل حضرات بھی ششدر رہ جاتے اور ان کا علمی لوہا مانتے اور ان کے سامنے سر جھکانے پر مجبور ہوتے۔''

(مطالعہ تصنیفات علامہ شبلی نعمانی، تقدیم، ص: ۹)

شمس الرحمٰن فاروقی

[۱۹۳۵-۲۰۲۰ء]

ثانی نہیں

''حجت الاسلام علامہ شبلی نعمانی نے بہت کم عمر پائی۔ان کا زمانہ تصنیف و تالیف و تدریس بھی نسبتاً بہت مختصر رہا،لیکن بلاخوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ صرف تصنیفات ہی کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ موضوعات کے تنوع، مطالعے کی وسعت،تفکر کی گہرائی اور گیرائی اور استحضار علم کے اعتبار سے ان کا ثانی مسلمانوں میں علم کی بہار کے زمانے میں البیرونی، بوعلی، غزالی جیسوں میں تو مل سکتا ہے،لیکن شبلی کے اپنے زمانے سے لے کر آج تک شبلی کا ثانی تو کیا ،ایسا بھی کوئی نہ ہوا جسے ہم شبلی کا ظل کہہ سکیں۔'' (شبلی خودنوشتوں میں،ص:۹)

پروفیسر شہریار

[۱۹۳۶-۲۰۱۲ء]

سرسید اور شبلی

''سرسید نے ایم اے او کالج میں جن بڑے دانش وروں کو جمع کیا تھا، ان میں شبلی کا نام بہت اہم ہے۔وہ لمبے عرصے تک علی گڑھ سے وابستہ رہے۔ان کی تخلیقی اور ادبی زندگی کا یہ سنہرا دور ہے۔اس کا اظہار انہوں نے جگہ جگہ کیا ہے۔ان کی ایک دورایوں کو نام نہاد سرسید پرستوں نے اتنی ہوا دی کہ عام لوگوں کے ذہن میں یہ بات بیٹھ گئی کہ شبلی سرسید اور علی گڑھ تحریک کے مخالف تھے۔حقائق کو توڑ مروڑ کر پیش کرنے کی یہ ایسی مثالیں ہیں جن پر سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔سرسید کے تمام رفقاء جہاں سرسید کی تحریک کے بنیادی تصورات سے اتفاق کرتے تھے، وہیں ان کی تعبیر وتشریح اور ان کے عملی نفاذ میں سرسید سے ان کو ضمنی اختلاف بھی تھا۔سوچنے والے ذہنوں میں اس نوع کے اختلاف نہ ہوں تو حیرت کی بات ہے۔سرسید اور شبلی کے درمیان فاصلے پیدا کرنے والوں میں ان لوگوں کی اکثریت رہی

ہے جواس دور میں ہوتے تو یا سرسید کے خلاف ہوتے یا شبلی کے۔علی گڑھ نے شبلی کو ہمیشہ اپنے معماروں میں شمار کیا ہے۔یہ خاص نمبر اس کا ثبوت ہے۔''

(سہ ماہی فکرونظر،علی گڑھ،شبلی نمبر،ص:۵-۶)

ڈاکٹر ابوالفیض سحر

[۱۹۳۷-۲۰۰۳ء]

روشنی کے پھول

شبلی کی حیات اورکارنامے بنیادی طور پر ہماری دانشوری کی روایت کی روشنی کے پھول ہیں۔دیگر کاموں کے ساتھ بطور خاص سیرۃ النعمان،الفاروق،الجزیہ،المامون،الکلام، الغزالی،علم الکلام،سوانح مولانا روم،شعرالعجم اور پھر سیرۃ النبی جیسی معرکہ آرا تصانیف اسی درد اسی فکراوراسی دانش کی دین اوراس کے استحکام اورتوسیع وفروغ کے سمت اٹھائے گئے تاریخ ساز اور نہایت مبارک اور مستحسن کارنامے ہیں جوعلمیت اورعظمت میں اپنی مثال آپ ہیں۔شبلی نے ہماری عظمت رفتہ کی تاریخ کے حقیقی عربی ماخذ تلاش کرنے اورانہیں شایان شان انداز میں لکھ کر ساری دنیا کے سامنے پیش کرنے کے لئے وقف ہوکر پورے خلوص وانہماک اور گہرے شعور وادراک سے جو بلند پایہ خدمات انجام دی ہیں وہ جمال الدین افغانی کے مجاہدوں کی ہم نوا بھی ہیں اور ہم پلہ بھی۔ان کے لئے عالم اسلام اور ملت اسلامیہ شبلی کی مرہون منت ہے۔''(اردوادب،دہلی شبلی نمبر ص۱۹۵)

مولانا ضیاءالدین اصلاحی

[۱۹۳۷-۲۰۰۸ء]

تنوع

''تاریخ،سوانح،ادب،تنقید،کلام اور فلسفہ،غرض ہر میدان علامہ شبلی کی جولان گاہ رہا

ہے۔تنوع یا رنگارنگی ان کا طرۂ امتیاز ہے۔نثر کے ساتھ نظم بھی ان کے قلم رو میں شامل تھی۔ اردو اور فارسی دونوں میں شاعری کے جوہر دکھائے ہیں۔'' (عظمت شبلی،ص:۷)

تخیل عشق ومحبت

''علامہ کے عشق ومحبت کا تخیل عامیانہ اور سطحی نہیں ہے بلکہ وہ نہایت بلند اور پاکیزہ ہے۔اس کے اسرار وحقائق کی تعلیم کے لئے منبر ومحراب موزوں جگہ نہیں ہے بلکہ دار ورسن کا وہ مقدس مقام ہے جہاں سے شہیدان محبت کی حقیقی زندگی کا آغاز ہوتا ہے۔'' (فارسی کلیات،ص۱۲)

کارنامہ اعظم

''علامہ شبلی کی عظمت وجامعیت کا معترف سارا زمانہ ہے۔ع

آپ بے بہرہ ہے جو معتقد میر نہیں

ان کے مذہبی، تحقیقی، ادبی اور تنقیدی کارنامے نہایت متنوع، گوناگوں اور عظیم الشان ہیں۔مگر سیرۃ النبیؐ ان کا شاہ کار اور کارنامہ اعظم ہے۔'' (عظمت شبلی،ص:۱۴۹)

احمد اسحاق نعمانی

[۲۷ستمبر ۱۹۳۷ء]

شعور سرسید میں اضافہ

''دراصل شبلی کا سیاسی شعور سرسید کے سیاسی نظریات پر ایک اضافہ ہے۔سرسید کے یہاں قوم کا تصور تو ضرور ہے لیکن انگریزوں سے الگ کسی آزاد وطن کا نہیں۔شبلی نے انگریز دشمنی کے ساتھ قوم کو وطن کا تصور بھی دیا اور انہوں نے انگریزی سامراج سے آزادی حاصل کرنے کا خواب بھی دیکھا۔سرسید جب کالج کھولتے ہیں تو اس کا نام اینگلو محمڈن رکھتے ہیں اور شبلی اس پرآشوب زمانے میں بھی اسکول کا نام اینگلو محمڈن، اینگلو ورناکیولر رکھنے کے بجائے

نیشنل اسکول رکھتے ہیں۔............ مقالات شبلی میں مسئلہ آرمینیا اور اسی قسم کے دیگر مضامین اور کلیات شبلی کی بیشتر سیاسی نظموں کو پڑھنے سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ شبلی انگریز اور انگریزی حکومت کے سخت مخالف تھے۔'' (ادیب، علی گڑھ، شبلی نمبر، ص: ۳۶۸-۳۶۹)

ڈاکٹر سید احتشام احمد ندوی

[پ: ۱۹۳۸ء]

سیرۃ النبیؐ

''سیرۃ النبی تحقیق کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ یہ تحقیق علامہ شبلی نے اپنے مخصوص اسلوب میں پیش کی ہے، اس بنا پر سیرۃ النبیؐ نہ صرف تحقیق کا شاہکار ہے بلکہ حسن اسلوب میں بھی ممتاز ہے، خصوصاً جو عبارت (ظہور قدسی) علامہ شبلی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے موقع پر لکھی ہے وہ ادب وانشا کا اعلیٰ معیار ہے۔ سیرۃ النبیؐ ہمارے ادب میں اعلیٰ تحقیق اور عمدہ اسلوب کا نمونہ ہے۔'' (جہان شبلی، مقدمہ ص ۱۹)

پروفیسر عبدالحق

[۲۴/اپریل ۱۹۳۹ء]

پنہاں حرف راز

''اس میں شک نہیں کہ علامہ (شبلی) کی جنبش نگاہ میں ان گنت حرف راز پنہاں ہیں۔ ایسی تہہ دار شخصیت نایاب ہے۔ علم وعمل کی ہر محفل کو نور وسرور سے چراغاں کرنے والے شبلی ہی ہیں۔ ان کی ذات معجز نمائی کی مثال ہے۔ مختصر مدت میں علم وادب کے حیرت خیز ذخیرے کی تخلیق کرنے والا ہماری یادداشتوں میں ان کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہے۔ سرمایہ سخن کی یہ ثروت خامہ حق نے ان کی سرنوشت ہی رقم کی تھی، ان کی کارگہی کے ممکنات کا محاسبہ ہم سے نہ ہو سکا۔ ہماری بدتوفیقی تھی کہ ہم نے ایسی بلند وبالا شخصیت کو تنقید کی کم نگہی کے حوالوں سے دیکھا۔ ان

کے عالم شش جہات کی بے کراں وسعتوں کے استحضار کے لئے ہمارا ذہن متحمل نہ ہوسکا، شبلی ابر بہار بن کر برسے اور ہماری کشت ویراں کو خون گرم دہقاں کی حرارت دے گئے۔ ایک صدی کے حادثات نے علامہ کی ناگزیر معنویت پر مہر ثبت کردی۔''

(شبلی اور معاصرین،ص:۵)

انسائیکلوپیڈیائی شخصیت

''علامہ شبلی ایک انسائیکلوپیڈیائی شخصیت کے امین ہیں۔ان جیسی ہمہ گیر طبیعت اور متنوع جہات میں منفرد موضوع اور اسلوب کا مالک ان کے علاوہ دوسرا نظر نہیں آتا۔ تاریخ و تمدن، فلسفہ و مذہب، سیرت و سوانح، نقد و انتقاد، عرفان وادراک سے بہرہ مند، خروش احساس سے مالا مال، ملی حمیت وغیرت سے سرفراز، دوراندیشی و دوربینی کے ساتھ کارگہ فکر میں تقدیر کے ستاروں کی تخلیق کرنے والا شبلی اور صرف شبلی ہے۔''(اردو ادب، دہلی، شبلی نمبر ص:۱۴۱)

بے مثل و بے نظیر

میرا معروضہ یہ ہے کہ علامہ شبلی نے ہماری عظمت وارجمندی میں جو اضافہ کیا ہے وہ بے مثل و بے نظیر ہے۔ عالمی سطح پر ان کی وجہ سے ہماری توقیر میں گراں بہا اضافہ ہوا ہے۔ ان کی تحریروں نے ہمارے شعر و ادب کو آفاقی وسعتوں سے روشناس کیا ہے اور اپنے عہد و احساس کے تمام درد و داغ کو اعتبار بخشا ہے۔''(ڈاکٹر عبدالحق، شبلی اور معاصرین، ص:۱۹)

ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہاں پوری

[۱۹۴۰-۲۰۲۱ء]

خاموش فکری تحریک

''عملی سیاست سے ان (شبلی) کا تعلق نہ تھا کہ پیش نظر کاموں کی اہمیت کا نہ کوئی

اندازہ شناس تھا، نہ کوئی انجام دینے والا، لیکن ان کی مختصر تحریروں اور نظموں نے جو شعور پیدا کیا اور وقت کی سیاست میں جو رہنمائی کی تھی وہ زمیندار، کامریڈ اور الہلال کی انقلابی تحریکوں سے اہمیت میں کم نہ تھی۔ وقت کے یہ تینوں انقلابی صحافی اور سیاسی رہنما شبلی مرحوم سے متاثر اور ان کے افکار سے کسی نہ کسی حد تک فیض یاب تھے۔ شبلی کی ذہانت، ان کی بصیرت اور نکتہ رسی نے ایک سیاسی شعور اور خاموش فکری تحریک پیدا کی تھی۔ وہ وقت کے بہت بڑے دانشور تھے۔ ظفر علی اور محمد علی کی تربیت میں ان کا حصہ تھا۔ علی گڑھ کے جمود کو انھوں نے توڑا تھا۔ سرسید کی کاسہ لیسی کا وہ جواب تھے۔ الہلال کی انقلابی تحریک میں ان کی فکر شامل تھی۔ ان کی علمی، تعلیمی، سیاسی اور سیرت نگاری کی تحریک نے اس پورے دور کا احاطہ کر لیا تھا۔''

(امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد، مقدمہ، ص۱۴-۱۵)

پروفیسر اشتیاق احمد ظلی

[پ:۱۹۴۲ء]

کام باقی ہے

''علامہ شبلی کی خدمات اور اکتسابات کا دائرہ صرف علم و دانش اور تحقیق و تصنیف تک محدود نہیں تھا جو ان کا اصل میدان تھا اور جس اقلیم کے وہ تاجدار تھے، ایم اے او کالج کے تدریسی عملہ میں سرسید کے عہد میں اصحاب کمال کا مجمع تھا لیکن یہ امتیاز صرف ان کو حاصل ہے کہ وہ کالج کے پروفیسر ہی نہیں تھے بلکہ ان کا شمار سرسید کے اہم رفقا میں ہوتا تھا۔ کالج اور علی گڑھ تحریک کے لئے ان کی خدمات غیر معمولی اہمیت کی حامل ہیں۔ اگر چہ ان کا قرار واقعی اعتراف نہیں کیا گیا اور ان کے بھرپور تعارف و تجزیہ کا کام باقی ہے۔'' (مطالعات شبلی، ص:۸)

ملی دردمندی

''ملی دردمندی کے میدان میں ان کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ دنیا کے کسی حصہ میں اسلام پر

کوئی حملہ ہو یا کہیں بھی مسلمانوں کو زک پہونچے وہ ذاتی طور پر اس کا درد محسوس کرتے تھے اور اس کی مدافعت میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے تھے۔ زندگی بھر اسلام کے خلاف اغیار کے حملوں کا دفاع کیا اور اس کے لئے ہمیشہ سینہ سپر رہے۔ برصغیر کے مسلمانوں کو خاص طور سے اپنی تاریخ سے جوڑنا اور ان کے اندر روشن ماضی پر فخر کا احساس پیدا کرنا ایک ایسا کارنامہ ہے، جس میں ان کا کوئی شریک وسہیم نہیں۔'' (مطالعات شبلی، ص:۹)

شاہد ماہلی

[۱۹۴۳-۲۰۱۷ء]

سیاسی شعور

''مولانا شبلی کبھی عملی سیاست میں نہ تھے۔ ان کی تحریروں کا موضوع بھی عام طور سے سیاست نہ تھا، مگر ان کو مکمل سیاسی شعور تھا۔ وہ سیاسیات کے ہمیشہ دلدادہ رہے۔ علما میں وہ پہلے شخص تھے جس نے اپنے وقت کے سیاسی مسائل میں دلچسپی لی۔ کانگریس کی حمایت کی۔ ہندو مسلم اتحاد اور سیاسی مصالحت پر مضامین لکھتے رہے۔ ہندوستان میں عالم گیر اتحاد کے وہ داعی اول تھے۔ اوقاف اسلامی، تعطیل جمعہ اور بہت سے مسلم مسائل پر بحث کا آغاز کیا اور حکومت ہند کے سامنے پیش کرنے کی جرات کی۔'' (سہ ماہی اردو ادب دہلی، شبلی نمبر، ص ۱۸۲)

ڈاکٹر محمد نعیم صدیقی

[پ: ۱۹۴۳ء]

ہمہ جہت شخصیت

''لاریب اردو زبان وادب کی طویل جگمگاتی تاریخ میں علامہ شبلی جیسی جامع الکمالات، متنوع الصفات اور ہمہ جہت شخصیت کی نظیر یکسر مفقود ہے۔ وہ بیک وقت ایک عظیم عالم ومفکر بھی تھے، مایہ ناز مورخ ومتکلم بھی اور بلند پایہ ادیب ونقاد بھی اور سب سے زیادہ ایک

ایسے رعنا اور سدا بہار اسلوب نگارش کے بانی تھے جس کے تتبع کو ہر اہل قلم تا دم حاضر سر بلندی کے ساتھ اپنے مفاخر میں شمار کرتا ہے۔ بلا شبہ ان کے جدت اسلوب اور ندرت تحقیق نے محدود خیالات کو وسعت افلاک عطا کی ہے۔ عاجز کی اس رائے میں شمہ برابر مبالغہ نہیں ہے کہ شبلی کے شاداں و رقصاں اسلوب تحریر اور سخن سنجی کا سایہ بھی کسی پر پڑ جائے تو وہ آسمان ادب کا تارا بن جائے گا۔ واقعہ یہ ہے کہ شبلی کی فطرت میں جو شاعرانہ تخیل آرائی اور جمال پسندی تھی اس کی صریر خامہ ان کی نثری تحریروں میں صاف سنائی دیتی ہے۔'' (متعلقات شبلی، ص:۷)

شعر العجم

''شبلی کے نقد و نظر کا کمال اور شاعرانہ ذوق کی بہار دیکھنی ہو شعر العجم کا مطالعہ کریں۔ اس منفرد تصنیف نے اردو ادب کی آبرو بڑھائی اور اس کو رشک ثریا عروج عطا کیا۔ اس کتاب کے اسلوب کی شگفتگی اور رعنائی نے پندرہ سو صفحات کے مطالعہ کو ''گلگشت مصلا'' اور ''آب رکنا باد'' بنا کر رکھ دیا ہے۔'' (متعلقات شبلی، ص:۷)

پروفیسر یاسین مظہر صدیقی

[۱۹۴۴-۲۰۱۹ء]

الفاروق

''الفاروق کی سب سے بڑی فضیلت آج بھی یہ ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ کی حیات و عہد پر اس سے بہتر کتاب ابھی تک نہیں لکھی گئی ہے۔ اردو، عربی، فارسی، انگریزی کی حد تک یہ بات دعوے کی حد تک کہہ سکتا ہوں۔ دوسری زبانوں میں اگر اس پایہ کی کتاب لکھی گئی تھی تو ہم تک نہیں پہنچی۔ ایمان و یقین کی دنیا تبلیغ و علم سے ہی آباد ہوتی ہے۔ الفاروق ہمارا مشاہدہ و مطالعہ بھی ہے اور علم و ایقان بھی۔'' (الفاروق ایک مطالعہ، ص:۵)

تاریخ سیرت

''شبلی کی سیرۃ النبیؐ اپنی تالیف کی ایک تاریخ رکھتی ہے اور روایت بھی۔ روایت تو دبستان شبلی اور اس کے عظیم بانی نے قائم واستوار کی تھی، تاریخ نویسی میں ان دونوں کے علاوہ ان کے ناقدوں نے بھی حصہ لیا۔ پورے اسلامی سیرتی ادب میں روایت کی مثال تو شاید مل جائے مگر تالیف کی ایسی نظیر ملنی مشکل ہے۔'' (مجلّہ صحیفہ لاہور، (شبلی نمبر) ص ۲۳۶)

ڈاکٹر محمد منظور عالم

[پ: ۹/اکتوبر ۱۹۴۵ء]

شبلی اور مستشرقین

''سرسید کے بعد شبلی وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے اسلام پر لکھی گئی مستشرقین کی کتابوں کا بالاستیعاب مطالعہ کیا۔ اپنے مضامین اور کتابوں میں ان کے اٹھائے ہوئے شکوک وشبہات کے تحقیقی جوابات دیئے اور اسلام کا دفاع کیا۔ انھوں نے علما کا ایک ایسا گروہ تیار کیا جو اس نئے زمانے میں اسلام کی ضرورت کو پورا کرتا رہے۔'' (بیادِ شبلی، ص: ۵)

ڈاکٹر افضل حق قرشی

[۱۵/نومبر ۱۹۴۵ء]

بحیثیت مورخ

''اپنے عہد کے مسلمان مورخین میں وہ تنہا شخصیت ہیں جو تاریخ نویسی کے بارے میں ایک واضح نقطۂ نظر رکھتے تھے۔ ذوق تحقیق ان کے اندر ایسا رچا بسا تھا جیسے فولاد میں جوہر۔ وہ اردو تحقیق کے بانیوں میں تھے۔ انھوں نے مصادر کے اسناد کو تحقیق کی کسوٹی پر پرکھا۔ اصول روایت ودرایت کا استعمال کیا اور پھر نتائج کا استنباط کیا۔ گویا وہ سب کچھ کیا جسے جدید اصطلاح میں سائنسی طریقۂ تحقیق کے نام سے جانا جاتا ہے۔'' (مجلّہ صحیفہ لاہور، شبلی نمبر، ص: ۷)

پروفیسر محمد رفیق چودھری

[پ:۱۹۴۷ء]

سیرۃ النبیؐ

''سیرت النبی (از علامہ شبلی نعمانی وسید سلیمان ندوی) کو اردو زبان و ادب میں کلاسیک کا درجہ حاصل ہے۔اس لئے اب یہ کتاب کسی تعارف کی محتاج نہیں۔سیرت کے اس نقش اول کے بعد کا ہر نقش دیگر بالواسطہ یا بلاواسطہ اسی سے مستفاد ہے۔اردو کا کوئی سیرت نگار اس عظیم کتاب کے مطالعے اور استفادے سے کبھی بے نیاز نہیں ہوسکتا۔''
(تلخیص سیرت النبی،ص:۱۷)

سیرت کا پیغام

''یہ کتاب محض سیرت کے موضوع پر نہیں لکھی گئی بلکہ اس میں سیرت نبویؐ کے ساتھ ساتھ سیرت کا پیغام یعنی دین اسلام کی عام تعلیمات بھی شامل ہیں۔اس طرح یہ کتاب سیرت اور اسلامی تعلیمات کا اچھا خاصا انسائیکلوپیڈیا بن گئی ہے۔'' (تلخیص سیرت النبی،ص:۱۷)

ڈاکٹر سفیر اختر

[پ:۱۹۴۷ء]

عہد آفریں شخصیت

''مولانا شبلی نعمانی [۱۸۵۷-۱۹۱۴ء] ان عہد آفریں شخصیات میں سے ہیں جن کے فکر وعمل نے برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کو گہرے طور پر متاثر کیا۔ان کی ادبی اور تنقیدی کاوشوں سے اردو اور فارسی زبانوں کے ادب میں گراں قدر اضافہ ہوا۔ان کی سوانحی اور تاریخی تحریروں نے فکر وفہم کو نیا رخ دیا اور ان کی علمی و تعلیمی تحریک ایک مدرسہ فکر بن گئی۔''
(ڈاکٹر سفیر اختر۔کتاب نامہ شبلی،ص۶)

سید افتخار حسین شاہ

[۱۹۴۹-۲۰۲۰ء]

اقبال اور شبلی

میں شبلیات اور اقبالیات کے مطالعہ کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اقبال اپنی زندگی اور نظریات کے اعتبار سے اردو اور فارسی کے پیش رو شاعروں اور نثر نگاروں میں سب سے زیادہ جس کے قریب نظر آتے ہیں وہ شبلی ہیں۔'' (اقبال اور پیروی شبلی ص ۱۰)

پروفیسر اختر الواسع

[پ: ۱۹۵۱ء]

واحد عالم دین

''شبلی شاید اپنے زمانے کے واحد عالم دین ہیں جنھوں نے اس شد و مد اور سنجیدگی کے ساتھ مسلم عورتوں میں تعلیم کو فروغ دینے اور ان میں روشن فکری پیدا کرنے کی وکالت کی۔ ان کے نزدیک خواتین کو بے تعلیم رکھنا مسلمانوں کے اجتماعی وجود کے نصف حصے کو تاریکی میں رکھنے کے مترادف تھا۔ وہ اس معاملے میں مردوں اور عورتوں میں کسی قسم کے امتیاز کے قائل نہیں تھے۔'' (اسلام اور عصر جدید، شبلی نمبر، ص: ۱۳)

عصری معنویت

''برصغیر کی جن شخصیات کے علمی اور ادبی کارناموں کو بین الاقوامی سطح پر پذیرائی ملی اور اسے ترجمے کے ذریعہ دیگر زبانوں میں منتقل کیا گیا ان میں علامہ شبلی نعمانی کی شخصیت سب سے نمایاں ہے۔ علامہ کی وفات کو ایک صدی ہونے والی ہے مگر ان کے علمی اکتسابات پر نظر ڈالیں تو آج بھی نہ صرف وہ معنویت کے حامل ہیں بلکہ ان کے علمی ذخیرہ سے اخذ و استفادہ کا سلسلہ برابر جاری ہے۔ علامہ کی کتابوں اور مقالات پر غور و خوض اور ان کی تعبیر و تفہیم کے ساتھ

ساتھ تنقید وتوصیف میں کسی طرح کی کمی واقع نہیں ہوئی ہے۔شبلی علم وتحقیق اور تنقید کا باقاعدہ موضوع بن چکے ہیں۔شبلی کی زندگی میں ہی ان کی کتابوں پر تبصرہ کی شکل میں بہت کچھ لکھا گیا اور ان کے بعد یہ سلسلہ کبھی منقطع نہیں ہوا۔آج اس کا دائرہ برصغیر کی سرحدوں سے کہیں آگے جاچکا ہے۔عالم عرب اور بعض دیگر ممالک میں بھی ترجمہ کے ذریعہ شبلی کی علمی شخصیت سے لوگ واقف ہیں۔علمی دنیا میں علامہ شبلی نعمانی نے برصغیر کی ایسی مستحکم نمائندگی کی ہے کہ اب تک اس کا کوئی بدل نہیں مل سکا۔شبلی کی ایک اور صفت جس کا ذکر ضروری ہے وہ یہ کہ ان کے اندر اسلامی شعائر کے تئیں غیر معمولی حمیت وغیرت تھی۔طبقۂ علماء میں ان جیسی غیرت وحمیت، وسیع اسلامی لٹریچر کی فراہمی اور علمی کاموں میں آیندہ نسل کی تیاری کی مثالیں شاذ ہیں۔شبلی کے علمی مرتبے کے پیش نظر ان پر جس قدر لکھا جائے کم ہے۔خوشی کی بات ہے کہ علمی اور ادبی دونوں حلقوں میں شبلی پر خاطر خواہ کام ہورہا ہے۔'' (شبلی شناسی کے سو سال،ص:۸-۹)

شمیم طارق

[پ:۸/اگست ۱۹۵۳ء]

اسلامی کتب خانے

''علامہ شبلی نے کتب خانوں سے متعلق جو مضامین لکھے یا اپنے سفرنامے میں جن کتب خانوں کا حال لکھا ہے ان سے کتب خانوں کی تاریخ پر روشنی پڑتی ہی ہے، ان میں موجود قلمی اور مطبوعہ کتابوں کی تفصیل اور ان کے انتظام ونظام سے بھی واقفیت ہوتی ہے۔'' (ص:۱۶)

مولانا عمیر الصدیق ندوی

[پ:۱۹۵۳ء]

راس المال

''شعر العجم اور موازنہ انیس ودبیر تو شبلی کے ادبی خزانہ عامرہ کا راس المال ہیں۔ان کی

چند ادبی تحریریں اور خطوط بھی شبلی کی ادبی وتنقیدی ٹکسال کے زرِ خالص کے طور پر دیکھی گئیں۔ اور اردو تنقید کے آسمان پر وقفے وقفے سے تجلیوں کی نمائش ہوتی رہی کہ شبلی نے موازنہ انیس و دبیر کے کلاسیکی فارمولے میں فصاحت وبلاغت جیسی دو ترکیبوں کو تعین قدر کا پیمانہ بنایا۔ مشرقی شعریات میں خصوصاً مرثیہ گوئی میں ان دونوں کو جو اہمیت حاصل ہے۔ جدید نقطۂ نظر خواہ کچھ بھی سمجھے یا سمجھائے لیکن شبلی کا پیمانہ قابل لحاظ ہے۔''

(تنقیدی مباحث اور شبلی کا نظام نقد، ص:۱۰)

شبلی کا نصیب

''بات شبلی کے نصیب کی ہے، حقیقت یہ ہے کہ حیات شبلی، یادگار شبلی، ذکر شبلی، شبلی ایک دبستان، شبلی پر ایک نظر اور متعدد رسالوں کے شبلی نمبر، بظاہر کمیت کی کمی کا اشارہ کرتے ہیں، لیکن کیفیت کے لحاظ سے یہ شہر شبلی کے روشن مینار ہیں جن کے آس پاس ہر دور میں شمعیں فروزاں ہوتی رہیں اور شبلی کی شخصیت جام جہاں نما کی مانند الگ الگ جلوے دکھاتی رہی، نئے نئے منظر سامنے آتے رہے اور دیکھنے والوں کو مسحور کرتے رہے۔

شبلی کا یہ نصیب ان کی شخصیت کے دوسرے اور پہلوؤں کی طرح سب سے جدا اور سب سے نمایاں بنتا رہا۔ خدا جانے کتنے مضامین، کتنے اشعار، کتنی تحقیقیں، کتنے حوالے، شبلی کے آس پاس گردش میں رہے۔ شبلی کو اپنے جہاں گیری ہونے پر ناز تھا، نصیبوں نے واقعی ان کو جہاں گیری عطا کر دی، ۱۹۱۴ سے آج تک شاید ہی عالموں، ادیبوں، دانشوروں اور شاعروں کی کئی کئی نسلوں نے شبلی کے آفتاب علم سے اتنی روشنی اور حرارت اور ان کے ابر قلم سے اتنی سیری اور راحت پانے کا اعتراف کیا ہو۔ شبلی کے بقول خود جہاں گیری اور ہماری سمجھ سے ان کی اس عالم گیری کے اسباب، تلاش کیے گئے اور آیندہ بھی وقت اس کے لیے وقف رہے گا، ایک وجہ تو مولانا سید سلیمان ندوی کی نظر میں یہ تھی کہ شبلی پر ایمان لانے والوں کا عقیدہ کمزور نہیں تھا، شبلی کی تمام تحریروں کو چھوڑیے، صرف ان کے خطوط اور ہزاروں خطوط پر ان دیکھا اور ان پڑھا

ایمان ایسا تھا کہ وہ چند معلوم مکاتیب کو پڑھتے ہوئے یقین رکھتے تھے کہ جن کو نہیں پڑھا وہ بھی درجہ میں برابر ہی ہیں۔سچا مومن تو وہی جس کے نزدیک قرآن کی سب سورتیں برابر۔بات تو شبلی کے نصیب کی تھی، جس نے پوری صدی کو شبلی کی عمل داری میں لا دیا، لیکن شبلی کا فیضان رکنے والا کہاں تھا، صدی کے ختم ہوتے ہوتے، شبلی کی ملت میں ایک مجدد نے ظہور کیا، جس نے اپنے لیے صرف ایک جزیرہ کا انتخاب کیا، ایسا جزیرہ جو شبلی کا تنہا اور کامل، جلوہ گاہ ثابت ہو۔دیکھتے دیکھتے اس جزیرہ شبلی سے حیات شبلی کے سمندر کی ہر موج ٹکرانے لگی، نتیجے میں اس بحر کی تہہ سے خدا جانے کتنے ہیرے موتی اچھل کر جزیرے کو بیش بہا خزانے میں بدلنے لگے۔''
(بیان شبلی۔۲،ص۳)

ڈاکٹر ظفر احمد صدیقی

[۱۹۵۳-۲۰۲۰ء]

محبوب ومحترم

''جہاں تک علامہ شبلی کی شخصیت کا تعلق ہے تو وہ راقم کی نگاہ میں پہلے بھی محبوب و محترم تھی اور اب بھی محبوب ومحترم ہے۔ان کی علمی وادبی فتوحات واکتسابات کے سامنے پہلے بھی سر نیاز خم تھا اور اب بھی خم ہے۔ان کی نثر کی رعنائی ودلکشی پہلے بھی دامن دل کو اپنی جانب کھینچتی تھی اور اب بھی کھینچتی ہے۔''(مولانا شبلی بحیثیت سیرت نگار،ص:۱۲)

تحقیق وتنقید

علامہ شبلی نعمانی اردو میں تحقیق اور تنقید دونوں کے بنیادگذاروں میں ہیں۔ان کی تنقیدی کاوشیں موازنہ انیس ودبیر اور شعرالعجم کی شکل میں ہمارے سامنے موجود ہیں۔اس لئے اردو تنقید کے ارتقا میں ان کا ذکر عام طور پر کیا جاتا ہے۔لیکن ان کے تحقیقی مباحث چوں کہ ان کی تصانیف اور مضامین ومقالات میں بکھرے ہوئے ہیں، اس لئے ان کی طرف لوگوں

کی توجہ کم ہے۔ اس عدم التفات کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ان کی تحقیق کے موضوعات ادبیات کے دائرے میں محدود نہیں، بلکہ وہ سیرت وسوانح، تاریخ وتمدن اور فلسفہ وکلام کے ابواب تک پھیلے ہوئے ہیں۔'' (معارف، اعظم گڑھ (شبلی نمبر) نومبر دسمبر ۲۰۱۴ء ص ۱۱۷)

پروفیسر مظفر علی شہ میری

[پ: ۳۰/اپریل: ۱۹۵۳ء]

شیشۂ ذہن پر

''مولانا شبلی کا نام لیتے ہی ان کی معروف نثری تصانیف شیشۂ ذہن پر ابھر آتی ہیں اور بہت کم کسی کا دھیان ان کی شاعری کی طرف جاتا ہے۔ ایسا بہت کم ہوا ہے کہ کسی تخلیق کار، محقق یا ناقد کے نثری اور شعری کارنامے موجود ہوں اور دونوں کو یکساں طور پر مقبولیت حاصل ہوئی ہو، استثنائی صورت میں ہم مرزا غالب کا نام لے سکتے ہیں جن کی شاعری کے ساتھ ساتھ ان کے خطوط کو بھی بڑی قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ مولانا شبلی کا اچھا خاصا شعری ذخیرہ موجود ہونے کے باوجود ہمارے ناقدین نے کماحقہ اس پر توجہ نہیں فرمائی۔ بڑی وجہ اس کی یہی سمجھ میں آتی ہے کہ مولانا موصوف کا نثری سرمایہ اس قدر وافر مقدار میں ہے کہ وہ ان کے مختصر سے شعری سرمائے پر غالب آ گیا۔''

(مولانا شبلی کی اردو شاعری کا تنقیدی مطالعہ، ص: ۷)

مولانا نعمت اللہ اعظمی

[پ: ۱۹۵۳ء]

مردم ساز شخصیت

''جہاں تک علامہ شبلی کی شخصیت کا تعلق ہے تو اس میں عظمت کے کتنے ہی پہلو پوشیدہ ہیں۔ وہ تاریخ کے ان چند مردم ساز اساتذہ میں گذرے ہیں جنہوں نے ذوق تحریر کی حامل

ایک نسل پیدا کی اور اپنے بعد اہل قلم اور اہل علم کی ایک جماعت کو چھوڑا۔ ان کے نام پر تصنیف و تالیف کا ایک بڑا ادارہ وجود میں آیا۔ خود ان کی تصانیف کو منفرد اسلوب نگارش، معیار تحقیق، قوت استدلال اور سلیقہ ترتیب کے اعتبار سے خصوصی مقام دیا گیا ہے۔ بلکہ سیرۃ النبی کو اپنے موضوع پر سب سے اچھا کارنامہ قرار دیا گیا ہے۔'' (مولانا شبلی بحیثیت سیرت نگار، ص:۱۳)

شیخ محمد یونس جون پوریؒ

[۱۸۵۷-۱۹۱۴ء]

عاشق رسولؐ

''سن لو مجھے بھی شبلی سے محبت ہے کیوں کہ ان کو اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت تھی اور مجھے بھی اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت ہے۔'' (www.naadir.org)

عبقری الدہر

''ان کے جیسا کوئی شخص نہیں۔ وہ عبقری الدہر ہیں۔ انہوں نے تاریخ کا ایک نیا طرز اپنایا کہ صحیح بخاری، قرآن اور دنیا بھر کی کتابوں سے چھانٹ چھانٹ کر لکھنا شروع کیا۔ انہیں نے لوگوں کو نیا منہج دیا اور تاریخی شعور پیدا کیا۔'' (www.naadir.org)

معتزلی نہیں تھے

''شبلی پر بہت سے لوگوں نے اعتراضات کئے۔ یہ مولانا عبدالحی حسنی رائے بریلوی نے جو کچھ لکھا ہے کہ وہ معتزلی تھے، وہ صحیح نہیں ہے۔ محسوس ہوتا ہے کہ جلے دل کے ساتھ لکھا ہے۔ اب اس کی وجہ کیا تھی! نہیں معلوم۔''

(مجالس محدث العصر ص ۳۰۲)

شبلی تو امام تھے۔

''وہ ایک انقلابی اور بے نظیر شخصیت کے مالک تھے۔شبلی تو امام تھے۔اگر وہ زندہ رہتے تو پتہ نہیں کیا کرتے۔ان کی سیرۃ النبی میں غزوۂ بدر اور فتح مکہ کا حال پڑھا ہے۔کیسے عاشق رسول تھے۔'' (مجالس محدث العصر،ص:۴۵۸)

پروفیسر ابوسفیان اصلاحی

[پ:۱۹۶۰ء]

عربی ادب کی پہلی آواز

''علامہ شبلی نعمانی کو عربی زبان وادب کے اساطین میں شامل کیا جاسکتا ہے۔عربی مصادر ومراجع پر آپ کی وسعت نظر کو دیکھ کر حیرانی ہوتی ہے،عربی میں پانچ تصانیف کے ساتھ ساتھ ہندوستان میں جدید عربی زبان وادب کی ترویج واشاعت میں پہلی آواز اور پہلی کوشش آپ ہی کی تھی۔اس کا پہلا زینہ محمڈن اینگلو اورینٹل کالج کی لجنۃ الادب تھی جس کی بنا کا سہرا علامہ کے سر ہے۔اس کے علاوہ ندوۃ العلما کو جدید عربی زبان وادب کا محور ومرکز بنانے میں آپ کی کاوشوں کا خصوصی دخل ہے۔'' (پروفیسر ابوسفیان اصلاحی،انعکاس،ص۶)

ڈاکٹر خالد ندیم

[پ:۹رفروری ۱۹۶۳ء]

اولین رہنما

''علامہ شبلی نعمانی محض ایک عالم،ایک معلم،ایک مورخ،ایک سوانح نگار ایک نقاد یا شاعر ہی نہ تھے بلکہ وہ مسلمانان ہند کے اولین رہنما تھے،جس نے ان کی دینی،تعلیمی،سماجی، تہذیبی اور سیاسی ضرورتوں کو سمجھا اور پھر ان کے حصول کے لئے ہمہ جہت جدوجہد کی۔انھوں نے کبھی مصلحت سے کام نہ لیا بلکہ جس امر کو ہندی مسلمانوں کے مستقبل کے لئے ناگزیر جانا

اس کے لئے ذاتی مفاد ہی نہیں، دیرینہ ذاتی حتیٰ کہ جذباتی تعلقات تک کو قربان کر دیا۔ مطالعہ حیات شبلی سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ ان کی تگ وتاز کا یہی ایک مقصد رہا۔ چنانچہ انھوں نے جو کچھ کہا، جو کچھ لکھا اور جو کچھ کیا ان تمام کا تعلق مسلمانوں کی بیداری سے تھا۔ نوجوانی میں انھوں نے وکالت کے آزاد پیشے پر فرق امینی جیسی معمولی ملازمت کو ترجیح دی۔ علی گڑھ میں تدریسی سرگرمیوں کے ساتھ مسلم طلبہ کی تربیت کی طرف متوجہ رہے۔ روم ومصر وشام کی علمی سیاحت میں اہل وطن پیش نظر رہے۔ علی گڑھ اور دیوبند کے اوصاف کو ندوہ میں یکجا کرنے کی کوشش کی۔ وقف اولاد کا قانون منظور کرایا۔ اشاعت اسلام کا منصوبہ بنایا۔ نماز جمعہ کی رخصت کے لئے تحریک شروع کی۔ خدام الدین کا آغاز کیا۔ تصحیح اغلاط تاریخی کا صیغہ بنایا۔ مستشرقین کی طرف سے پھیلائی جانے والی تاریخی غلط فہمیوں کا تدارک کیا، حتیٰ کہ زندگی کے آخری دنوں میں دارالمصنّفین کی بنیاد رکھی۔'' (ڈاکٹر خالد ندیم۔ شبلی کی آپ بیتی ص ۹)

پروفیسر محمد سعود عالم قاسمی

[پ: ۱۵/ مارچ ۱۹۶۳ء]

ایک عبقری

''علامہ شبلی نعمانیؒ انیسویں اور بیسویں صدی کے ان علما اور دانشوروں میں شامل تھے جن کو عبقری کہا جاتا ہے۔ ان کا تصنیفی و تدریسی کام اور علمی و تحقیقی دنیا میں ان کا مقام کسی بھی اہل علم سے مخفی نہیں ہے۔ ان کی تاریخ نگاری ہو یا فارسی اور اردو شاعری، تنقید نگاری ہو یا سوانح نگاری، سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کی کتاب ہو یا تعلیم کی اشاعت پر ان کی نگارشات، اسلام کی دعوت ہو یا مستشرقین کی جامہ تلاشی، فلسفۂ اشراق ہو یا مطالعۂ ادیان، ہر جگہ ان کا تحقیقی ذہن اور گہربار قلم ان کی عبقریت کی یاد دلاتا ہے۔ وہ مشرق ومغرب کی تہذیبی قدروں کے رمز شناس تھے اور ملت اسلامیہ ہند کی نشاۃ ثانیہ کے علمبردار۔ وہ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔ انہوں نے جس موضوع پر قلم اٹھایا اس کا پورا احاطہ کیا اور نئی نسل کے لیے علم و تحقیق کی

ایک روشن شاہراہ چھوڑی۔''(افادات شبلی،ص:۹)

ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی

[پ:۲۷ر مئی ۱۹۶۴ء]

مرجع بنی ہوئی ہے

''علامہ شبلی کی شہرت مورخ، سیرت نویس، سوانح نگار اور ادیب کی حیثیت سے ہے۔ ان میدانوں میں ان کی وقیع تصنیفات ایک صدی گذر جانے کے باوجود اب بھی اہل علم کا مرجع بنی ہوئی ہیں، لیکن ان کی ماہر تعلیم کی حیثیت بھی مسلم ہے۔ وہ قدیم اور جدید دونوں طرح کے تعلیمی اداروں سے منسلک رہے ہیں اور ان کی پالیسی سازی میں سرگرم حصہ لیا ہے۔''

(عصر حاضر میں علامہ شبلی کے تعلیمی افکار کی معنویت،ص:۱۵۷)

سید جالب مظاہری

[•••]

شگفتہ مزاجی

شبلی ان خوش نصیب انسانوں میں سے ہیں جنہیں قدرت نے مختلف قسم کی صلاحیتیں بڑی فیاضی سے عطا کیں۔شبلی میں جہاں اوراخلاق حسنہ اوراوصاف حمیدہ پائے جاتے تھے وہاں شگفتہ مزاجی اور زندہ دلی بھی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔انہوں نے عالم دین ہوتے ہوئے بھی کبھی اپنے آپ کو فرشتہ ظاہر کرنے کی کوشش نہیں کی۔وہ ہر موقع پر ایک انسان کے روپ میں دکھائی دیتے ہیں۔اور غالبًا یہی بات ہے کہ ان کی ذات میں ہر ایک کے لئے کشش پائی جاتی ہے۔

(کریسنٹ لاہور شبلی نمبر،ص ۱۴)

پادری جان ملکم

[•••]

زندہ تاج محل

''اب علامہ ممدوح ایک ایسے بڑے کام میں مشغول ہیں کہ اگر وہ مکمل ہوگیا تو سمجھ لینا چاہئے کہ مشرق میں ایک نیا دور مسلمانوں پر طلوع ہوگا۔ اگر الندوہ فی الحقیقت کامیاب ہوگیا یعنی شیعہ وسنی، وہابی وحنفی وغیرہ علماء درحقیقت اسلام کی عمارت بنانے میں متفق ہوگئے اور ہرایک نے اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ نہ بنائی تو ہندوستان ومشرق میں مسلمان قوم کا ایک زندہ تاج محل بن جانا کچھ مشکل نہیں۔'' (شبلی شناسی کے اولین نقوش،ص:۲۲۶)

اظہر دہلوی

[•••]

تاریخ کا فردوسی

مولانا شبلی نعمانی ایک ایسے بزرگ ہیں جن کو تاریخ کا فردوسی کہنا چاہئے۔ تحقیق واقعات میں مولانا کا جو پایہ ہے وہ میرے بیان کا محتاج نہیں۔ (زیب النساء بیگم،ص۶)

مولانا حامد ندوی

[•••]

عالمی شہرت

''علامہ شبلی نعمانی دنیائے علم وادب میں کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ نہ صرف ہندوستان بلکہ ترکی،مصر،فرانس، انگلستان اور دیگر مہذب ومتمدن ممالک کے باشندے بھی آپ کی شخصیت اور آپ کے علمی وادبی اور تاریخی خدمات کا اعتراف کرتے ہیں۔ پھر یہ اعتراف محض زبانی جمع خرچ نہیں ہے بلکہ اب تک آپ کی متعدد تصانیف دوسری زبانوں میں

منتقل کی جا چکی ہیں۔اوران کو ہاتھوں ہاتھ لیا جا رہا ہے۔‘‘(خضر راہ،نومبر۱۹۲۹ء،ص:۷۶)

علاءالدین خالد

خود ایک انجمن

’’شبلی نے تن تنہا وہ کچھ کیا ہے جو کسی علمی ادارہ یا اکیڈمی کے کرنے کا کام تھا۔ان کی تمام تصانیف ایک خاص منصوبہ بندی کا نتیجہ ہیں۔ان کا سب سے اہم مقصد اسلام کے علمی کارناموں اور مسلمانوں کی ذہنی وفکری فتوحات کو عہد حاضر کے تحقیقی انداز میں مدون کرنا تھا۔ اسی مقصد کے پیش نظر انہوں نے علم کلام اور اکابر اسلام کی سوانح عمریوں اور فارسی شاعری کی تاریخ مرتب کی۔اس سلسلہ میں سیرۃ النبی اور مقالات شبلی کا اضافہ کر لیجئے۔علم کلام کا ذوق شبلی میں سرسید کی صحبت سے پیدا ہوا تھا،لیکن اس علم کی تدوین شبلی کی اولیات میں سے ہے۔‘‘

(انتخاب مقالات شبلی،ص۸-۹)

اردو نثر

’’شبلی کے بغیر ہم اردو نثر کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔شبلی نے عربوں کی علمیت اور سوز دروں یونانیوں کے تصور حسن،عجم کے حسن طبیعت اور ہندوستانی ذہن کی شوخی کے رنگوں سے اردو ادب کے در و بام کو سجایا۔‘‘(انتخاب مقالات شبلی،ص:۱۲)

مولوی غلام ربانی

[•••]

انجمن ترقی اردو

’’انجمن ترقی اردو کی خوش قسمتی میں کس کو شبہ ہوسکتا ہے کہ اس کو ایسے یگانہ روزگار عہدہ دار اور مولانا شبلی جیسے سکریٹری نصیب ہوئے۔مولانا نے بڑی سرگرمی اور جوش سے کام شروع

کیا۔انجمن کے ارکان فراہم کرنے کی کوشش کی۔ترجمہ کے واسطے عربی، فارسی، انگریزی زبانوں سے انتخاب کیا گیا۔'' (انجمن ترقی اردو کی کہانی،ص:٦)

فاضل مشہدی

[•••]

مقالات شبلی

مقالات شبلی ہمارے گلستان ادب میں رنگ وبو کا ایک ایسا گلدستہ ہیں جو رنگ بیان کی دلکشی اور بوئے معنی کی دل آویزی سے ہر شخص کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔علامہ نے ان کی آبیاری ۱۹۰۰ء کے کچھ پہلے اور کچھ بعد میں کی۔ان سے پہلے بھی اردو زبان میں مقالات لکھے گئے ہیں۔انیسویں صدی کے نصف آخر میں سر سید اوران کے رفقا نے ان کا اولین نمونہ پیش کیا۔سر سید کے مقالات کو اگر سنگ میل فرض کرلیا جائے اوران کے رفقاء کی کوششوں کو اس شاہراہ کے ابھرتے ہوئے نقوش ،تو پھر شبلی نے اس منزل کو جالیا جس کے تصور نے سر سید کے دماغ میں جنم لیا تھا۔'' (علامہ شبلی نعمانی:صدی کے آئینے میں،ص:۳۲۳)

ڈاکٹر یوسف عامر

[•••]

سیرۃ النبیؐ

''شبلی اور سید سلیمان ندوی کی شاہ کار تصنیف ''سیرۃ النبیؐ'' سیرت نگاری میں بے نظیر ہے۔صرف اردو میں نہیں بلکہ اس زمانے میں عربی زبان میں بھی بلحاظ مواد ومنہاج اس کی مثال نہیں ملتی۔'' (جدید اردو نثر کے معمار،ص:۲۹۹)

کتابیات

کتب

- آپ بیتی۔مولانا عبدالماجد دریابادی۔مکتبہ فردوس لکھنو،۱۹۸۹ء
- آپ بیتی۔میر ولایت حسین،مسلم ایجوکیشنل پریس علی گڑھ،۱۹۷۰ء
- آثار شبلی،ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی،دارالمصنّفین اعظم گڑھ،۲۰۱۳ء
- آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی۔مولانا ابوالکلام آزاد،اعتقاد پبلشنگ ہاؤس دہلی،

  ۲۰۰۸
- اتالیق خطوط نویسی (حصہ دوم۔خواجہ حسن نظامی،درویش پریس دہلی،۱۹۱۶ء
- اختر اقبال۔نواب سلطان جہاں بیگم،مطبع مفید عام آگرہ،۱۹۱۴ء
- ادب اور حقیقت۔ڈاکٹر انجم اعظمی،اشاعت گھر کراچی،۱۹۷۹ء
- اردو ادب میں فن سوانح نگاری کا ارتقاء۔الطاف فاطمہ،اعتقاد پبلشنگ ہاؤس دہلی
- اردو تنقید کا ارتقاء۔ڈاکٹر عبادت بریلوی،ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ،۱۹۸۸ء
- اردو شاعری پر ایک نظر۔کلیم الدین احمد،بک امپوریم پٹنہ،۱۹۸۵ء
- اردو میں تحقیق۔مالک رام،اورینٹل کانفرنس علی گڑھ،س ن
- اردو نثر کے نمونے۔پروفیسر طاہر فاروقی،شاہ اینڈ کمپنی آگرہ،۱۹۴۷ء
- اسوۂ صحابہ (حصہ اول)،مولانا عبدالسلام ندوی،دارالمصنّفین اعظم گڑھ،۱۹۹۳ء
- اسوۂ صحابہ (حصہ دوم)،مولانا عبدالسلام ندوی،دارالمصنّفین اعظم گڑھ،۱۹۹۰ء
- اشخاص واعلام۔ضیاء الحسن فاروقی،مکتبہ جامعہ نئی دہلی،۱۹۷۳ء

- اعمال نامہ۔سرسید رضا علی، خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ، طبع دوم۱۹۹۲ء
- افادات شبلی ۔ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس دہلی، ۲۰۲۲ء
- افادات مہدی ۔مہدی حسن افادی، علی گڑھ، ۱۹۸۵ء
- افکار سہیل ۔میجر علی حماد عباسی، شبلی نیشنل کالج میگزین اعظم گڑھ، ۱۹۵۷ء
- اقبال اور پیروی شبلی، افتخار حسین شاہ، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس دہلی، ۱۹۷۸ء
- اقبال اور دبستان شبلی ۔ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی، ادبی دائرہ اعظم گڑھ، ۲۰۱۵ء
- الاعلام ۔جلد سوم، خیر الدین زرکلی، طبع دوم، بیروت ۱۹۸۹ء
- التربیۃ الاستقلالیہ، مترجمہ: مولانا عبدالسلام ندوی، دارالمصنّفین اعظم گڑھ،
- الفاروق ایک مطالعہ ۔ پروفیسر یاسین مظہر صدیقی، ادارہ علوم اسلامیہ علی گڑھ، ۲۰۰۴
- المامون، شبلی نعمانی، دارالمصنّفین اعظم گڑھ، طبع سوم۱۹۹۲ء
- امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد، ابوعلی اثری، عبدالمجید کھوکھر لائبریری گوجرانوالہ، طبع اول: ۲۰۰۵
- انتخاب مضامین انسٹی ٹیوٹ گزٹ ۔ پروفیسر اصغر عباس، اردو اکادمی لکھنو، ۱۹۸۲ء
- انتخاب مضامین شبلی ۔رشید حسن خاں، مکتبہ جامعہ دہلی، طبع دوم۱۹۹۳ء
- انتخاب مقالات شبلی، رضی کاظمی، اردو پبلشر لکھنو، س ن
- انتخاب مکاتیب سرسید، شبلی اور اقبال ۔شیخ عطاء اللہ، ۱۹۵۸ء
- انجمن ترقی اردو کی کہانی ۔مولوی غلام ربانی ۔انجمن ترقی اردو ہند دہلی، ۱۹۳۹ء
- انشائے ماجدی ۔مولانا عبدالماجد دریابادی، ادارہ انشائے ماجدی کلکتہ، ۱۹۹۱ء
- انعکاس ۔ابوسفیان اصلاحی، شعبہ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، ۲۰۰۸ء
- بیاد شبلی ۔ڈاکٹر علاء الدین خاں، انسٹی ٹیوٹ آف آبجیکٹیو اسٹڈیز دہلی، ۲۰۱۷ء
- بیان شبلی حصہ اول، ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس دہلی، ۲۰۲۰ء
- بیان شبلی حصہ دوم، ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس دہلی، ۲۰۲۰ء

- پیام کیف۔مرزا احسان احمد، معارف پریس اعظم گڑھ،۱۹۴۰ء
- تاثرات۔ملا واحدی، ہمدرد اکیڈمی کراچی،۱۹۷۰ء
- تاریخ ادب اردو، حصہ دوم۔منشی تیج کمار لکھنو طبع چہارم:۱۹۶۹ء
- تاریخ التمدن الاسلامی، جلد سوم، جرجی زیدان، الہلال مصر،۱۹۰۴ء
- تاریخ فقہ اسلامی، مترجمہ مولانا عبدالسلام ندوی، دارالمصنّفین اعظم گڑھ،۲۰۱۳ء
- تحقیقی مطالعہ انیس۔ظہیر احمد صدیقی، ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ، س ن
- تذکرہ۔مولانا ابوالکلام آزاد، ساہتیہ اکادمی دہلی،۱۹۸۵ء
- تذکرہ شعرا۔حسرت موہانی، ادبستان گورکھپور،۱۹۷۲ء
- تذکرہ ماہ وسال۔مالک رام، مکتبہ جامعہ نئی دہلی،۱۹۹۱ء
- تصانیف شبلی کے تراجم، ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس دہلی،۲۰۲۱
- تنقیدیں، پروفیسر خورشید الاسلام، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، طبع سوم:۱۹۷۷ء
- تنقیدی مباحث اور شبلی کا نظام نقد۔ڈاکٹر شاداب عالم، آدم پبلشرز دہلی،۲۰۱۳ء
- جدید اردو شاعری۔عبدالقادر سروری، حیدرآباد،۱۹۳۲ء
- جدید اردو نثر کے معمار۔صدیق الرحمٰن قدوائی، غالب انسٹی ٹیوٹ دہلی،۲۰۱۶ء
- جہان شبلی۔ڈاکٹر صفیہ بی، کالی کٹ کیرالا،۲۰۰۰ء
- چمنستان ادب، اول، حامد حسن قادری و طاہر فاروقی، الطاف حسین اینڈ کمپنی آگرہ
- حسرت موہانی حیات اور کارنامے۔ڈاکٹر احمر لاری، ادبستان گورکھپور،۱۹۷۳ء
- حواشی مولانا ابوالکلام آزاد۔سید مسیح الحسن، اردو اکادمی دہلی،۱۹۸۸ء
- حیات شبلی، مولانا سید سلیمان ندوی، دارالمصنّفین اعظم گڑھ،۲۰۰۸ء
- خطبات شبلی۔مولانا عبدالسلام ندوی، دارالمصنّفین اعظم گڑھ، طبع سوم،۱۹۹۰ء
- خطوط سرسید، سرراس مسعود، نظامی پریس بدایوں،۱۹۳۱ء
- خطوط شبلی، محمد امین زبیری، ظل السلطان بک ایجنسی بھوپال

- دارالمصنّفین کی تاریخی خدمات، ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی، خدابخش، پٹنہ،۲۰۰۲ء
- دعوت اسلامی ۔ پروفیسر آرنلڈ، مترجم محمد عنایت اللہ، پنجاب،۱۹۷۲ء
- دھوپ چھاؤں ۔ ریاض الرحمٰن شروانی، علی گڑھ،۲۰۱۱ء
- رپورٹ آل انڈیا محمڈن اینگلو اورینٹل ایجوکیشنل کانفرنس،۱۹۱۴ء
- روح تنقید ۔ ڈاکٹر محی الدین قادری زور، معین الادب لاہور،۱۹۵۵ء
- ریحانۃ الادب ۔ حصہ سوم، محمد علی مدرس، تہران، طبع دوم: ۱۳۴٦ھ ش
- سرسید اور ان کے نامور رفقاء، ڈاکٹر سید عبداللہ، ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ،۲۰۰٦
- سرگذشت مشمولہ مذہب اور سائنس ۔ مولانا عبدالباری ندوی، مجلس تحقیقات و نشریات اسلام لکھنو، طبع سوم ۱۹۹۱ء
- سرگذشت ایام ۔ حافظ نذر احمد مسلم اکیڈمی لاہور،۲۰۱۵ء
- سوانح ابن تیمیہ ۔ ڈاکٹر غلام جیلانی برق، مکتبہ اردو، لاہور
- سیرۃ العباس ۔ حصہ اول ۔ مولوی سید فرید عباسی، مطبع احمدی علی گڑھ،۱۹۱۲ء
- سیرۃ النبیؐ، جلد ششم، مولانا سید سلیمان ندوی، دارالمصنّفین اعظم گڑھ،۲۰۰۳ء
- شبلی اور جہان شبلی ۔ ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی، ادبی دائرہ اعظم گڑھ،۲۰۱۵ء
- شبلی اور معاصرین ۔ پروفیسر عبدالحق، دہلی،۲۰۱۴ء
- شبلی ایک دبستاں ۔ ڈاکٹر آفتاب احمد صدیقی، دارالمصنّفین اعظم گڑھ ۲۰۱۵ء
- شبلی بحیثیت مورخ ۔ اختر وقار عظیم، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس دہلی،۱۹۷۹ء
- شبلی خودنوشتوں میں، ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی، ادبی دائرہ اعظم گڑھ،۲۰۱۹ء
- شبلی دیباچوں میں، ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی (غیر مطبوعہ)
- شبلی شناسی کے اولین نقوش، ڈاکٹر ظفر احمد صدیقی، دارالمصنّفین اعظم گڑھ،۲۰۱٦ء
- شبلی شناسی کے سو سال، ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی، ادبی دائرہ اعظم گڑھ،۲۰۱۴ء
- شبلی کی آپ بیتی، ڈاکٹر خالد ندیم، دارالمصنّفین اعظم گڑھ،۲۰۱۴ء

- شبلی کی علمی وادبی خدمات۔ڈاکٹرخلیق انجم،انجمن ترقی اردو ہند دہلی،۱۹۹۶ء
- شبلی معاصرین کی نظر میں،ڈاکٹرظفراحمدصدیقی،اترپردیش اردواکادمی لکھنو۲۰۰۵ء
- شبلی معاندانہ تنقید کی روشنی میں۔سیدشہاب الدین دسنوی،انجمن ترقی اردو ہند دہلی،۱۹۸۴
- شبلی:مکاتیب شبلی کی روشنی،معین الدین انصاری،اردواکادمی سندھ کراچی،۱۹۶۷ء
- شبلی نعمانی حیات وتصانیف،ڈاکٹرمحمدسلیم،مجلس ترقی ادب،لاہور،طبع اول:۲۰۱۵ء
- شبلی نقادوں کی نظر میں۔نازصدیقی،الیاس ٹریڈرس حیدرآباد،۱۹۷۶ء
- شعرالعجم فی الہند،اکرام الحق،اشاعت الاکرام ملتان،۱۹۶۱ء
- شعرالعجم یاادبیات منظوم جلددوم،مترجمہ سیدمحمدتقی فخرداعی گیلانی،تہران،۱۳۱۴ھ
- صاحب المثنوی۔قاضی تلمذحسین،دارالمصنّفین اعظم گڑھ،۱۹۶۷ء
- صدیق اکبر۔مولاناسعیداحمداکبرآبادی،ندوۃ المصنّفین دہلی،۱۹۶۱ء
- صولت شیرشاہی۔سیداحمدمرتضیٰ نظر،مسلم یونیورسٹی علی گڑھ،۱۹۳۴ء
- عظمت رفتہ۔ضیاءالدین احمدبرنی،ادارہ علم وفن کراچی،۲۰۰۰ء
- عظمت شبلی،موناضیاءالدین اصلاحی،اصلاحی ہیلتھ کیئرفاؤنڈیشن دہلی،۲۰۱۷ء
- عفت المسلمات۔سلطان جہاں بیگم،شمسی مشین پریس آگرہ،۱۹۱۸ء
- علامہ شبلی اورانجمن ترقی اردو۔ڈاکٹرمحمدالیاس الاعظمی،مغربی بنگال اردواکادمی کولکاتا،طبع اول:۲۰۲۱
- علامہ شبلی نعمانی صدی کے آئینے میں،ڈاکٹرمہ جبیں زیدی،قرطاس کراچی،۲۰۱۴ء
- کاروان خیال۔مولاناابوالکلام آزاد،مرتبہ مقتدی خاں شروانی،مدینہ پریس بجنور
- کاروان زندگی۔مولاناسیدابوالحسن علی ندوی،
- کتاب نامہ شبلی۔اختر راہی،مسلم اکیڈمی لاہور،۱۹۸۱ء
- کلیات شبلی اردو،مولاناسیدسلیمان ندوی،دارالمصنّفین اعظم گڑھ،۲۰۱۵ء

- کلیاتِ شبلی فارسی، مولانا سید سلیمان ندوی، دارالمصنّفین اعظم گڑھ، ۲۰۰۴ء
- کلیاتِ نثر حالی جلد دوم، محمد اسماعیل پانی پتی، مجلس ترقی ادب لاہور، ۱۹۶۸ء
- مآثر امام اعظم۔ حکیم عزیز الرحمٰن اعظمی، مکتبہ مدینۃ العلم شاہ گنج، ۱۹۹۳ء
- مآثر صدیقی، جلد اول۔ نواب علی حسن خاں، مطبع نول کشور لکھنو، ۱۹۲۴ء
- متعلقاتِ شبلی، ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی، ادبی دائرہ اعظم گڑھ، ۲۰۰۸ء
- مجالس محدث العصر۔ مولانا فیصل احمد ندوی، احیائے کتاب وسنت لکھنو، ۲۰۱۸ء
- مجموعہ نظم شبلی اردو۔ قربان علی بسمل، دہلی، ۱۳۴۸ھ
- مرقع ادب حصہ دوم۔ صفدر مرزا پوری، صدیق بک ڈپو لکھنو، ۱۹۲۷ء
- مسلمانوں کا روشن مستقبل۔ سید طفیل احمد منگلوری، حماد الکتبی لاہور
- مشاہدات وتاثرات، شیخ عبداللہ، قومی کونسل برائے فروغ اردو دہلی، ۲۰۱۵ء
- مشاہیر اہل علم کی محسن کتابیں۔ مولانا عمران خاں ندوی، لکھنو۔ ۱۹۴۶ء
- مشاہیر کے خطوط بنام سید سلیمان ندوی، دارالمصنّفین اعظم گڑھ، ۱۹۹۲ء
- مشرقی کتب خانے۔ مولانا عبدالسلام ندوی، مرتبہ شمیم طارق، مولانا عبدالسلام ندوی فاؤنڈیشن، ممبئی، ۲۰۰۸ء
- مطالعاتِ شبلی۔ پروفیسر اشتیاق احمد ظلی، دارالمصنّفین اعظم گڑھ، ۲۰۱۶ء
- مطالعہ دبیر۔ مشکور حسین یاد، کلاسیک لاہور، ۲۰۰۳ء
- مقالاتِ احسان۔ مرزا احسان احمد، معارف پریس اعظم گڑھ، ۱۹۶۸ء
- مقالاتِ رشید حسن خاں، جلد اول، ٹی آر رینا،
- مقالاتِ سرسید، جلد ہفتم، مجلس ترقی ادب لاہور
- مقالاتِ شبلی، جلد ہشتم، مولانا سید سلیمان ندوی، دارالمصنّفین اعظم گڑھ، ۲۰۱۰ء
- مقالاتِ یوم شبلی۔ حافظ نذر احمد، مسلم اکیڈمی لاہور، ۱۹۸۶ء
- مکاتیبِ شبلی، حصہ اول، مولانا سید سلیمان ندوی، دارالمصنّفین اعظم گڑھ، ۲۰۱۰ء

- مکاتیب شبلی، حصہ دوم، مولانا سید سلیمان ندوی، دارالمصنّفین اعظم گڑھ،۲۰۱۲ء
- موج کوثر۔شیخ محمد اکرام، ادبی دنیا دہلی، س ن
- مولانا شبلی ایک تنقیدی مطالعہ۔نیر جہاں، دہلی، ۱۹۹۸ء
- مولانا شبلی: ایک مطالعہ، مفتون احمد، اسلوب کراچی، طبع اول: ۱۹۸۶ء
- مولانا شبلی بحیثیت سیرت نگار، ڈاکٹر ظفر احمد صدیقی، علی گڑھ، ۲۰۰۵ء
- مولانا شبلی کا مرتبہ اردو ادب میں۔عبداللطیف اعظمی، شبلی اکادمی دہلی، ۱۹۴۵ء
- مولانا شبلی نعمانی پر ایک نظر، سید صباح الدین عبدالرحمٰن، دارالمصنّفین، ۱۹۸۵
- مولانا محمد علی جوہر بحیثیت تاریخ اور تاریخ ساز کے۔محمد سرور، سندھ ساگر اکیڈمی لاہور، ۱۹۶۲ء
- مہدی حسن افادی، عبدالقوی دسنوی، نسیم بک ڈپو لکھنو، طبع اول جون ۱۹۷۷ء
- میخانہ۔عطر کپور اینڈ سنز پبلشرز لاہور، ۱۹۲۶ء
- نذر عقیدت، مسعود علی محوی، شروانی پرنٹنگ پریس علی گڑھ
- نقوش زندگی۔مولانا مجیب اللہ ندوی، مولانا مجیب اللہ ندوی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، اعظم گڑھ، ۲۰۱۲ء
- نقوش شبلی۔ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی، ادبی دائرہ اعظم گڑھ، ۲۰۲۰ء
- نقوش صدر رنگ۔ڈاکٹر انیس ادیب، نصرت پبلشرز لکھنو، ۲۰۱۱ء
- نواب زیب النساء بیگم، حکیم مظفر حسین، حکیم رام کشن رام لاہور، ۱۹۱۳ء
- وزیر آغا کے خطوط۔انور سدید، مکتبہ فکر و خیال لاہور، ۱۹۸۵ء
- ہندوستان امیر خسرو کی نظر میں، سید صباح الدین عبدالرحمٰن، دارالمصنّفین، ۱۹۸۷ء
- یاد ایام۔مولانا ضیاء الحسن علوی، ادارہ انیس اردو الہ آباد، ۱۹۵۹ء
- یاد ایام۔عبدالرزاق کان پوری، حالی اکیڈمی حیدر آباد، ۱۹۴۶ء
- یادگار شبلی۔شیخ محمد اکرام، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور، ۱۹۹۴ء

رسائل : خصوصی شمارے

- ادیب علی گڑھ، ماہنامہ (شبلی نمبر)، ستمبر ۱۹۶۰ء، مدیر: ڈاکٹر ابن فرید
- اردو ادب دہلی، سہ ماہی (شبلی نمبر) ۱۹۹۶ء، مدیر: ڈاکٹر اسلم پرویز
- اسلام اور عصر جدید دہلی (شبلی نمبر) جولائی ۲۰۰۸ء، مدیر، پروفیسر اختر الواسع
- البصیر، چینوٹ، (شبلی نمبر) ۱۹۵۷ء، مدیر: عبیداللہ خاں
- بازیافت لاہور (شبلی نمبر) جولائی تا دسمبر ۲۰۱۵ء، مدیر: ڈاکٹر محمد کامران
- خضر راہ لکھنو، ماہنامہ (شبلی نمبر) مارچ ۱۹۳۰ء، مدیر: حامد ندوی
- شبلی نیشنل کالج میگزین اعظم گڑھ (شبلی نمبر) ۲۰۰۹ء،: ڈاکٹر فخر الاسلام اعظمی
- صبا حیدرآباد، ماہنامہ (شبلی نمبر) ۱۹۵۸ء، مدیر: سلیمان اریب
- صحیفہ لاہور، ماہنامہ (شبلی نمبر) جولائی تا دسمبر ۲۰۱۴ء، ڈاکٹر افضل حق قرشی
- غالب نامہ، دہلی، ششماہی (حافظ محمود شیرانی نمبر) مدیر: شاہد ماہلی
- فکر و نظر، علی گڑھ، سہ ماہی (شبلی نمبر) جون ۱۹۹۶ء، مدیر: پروفیسر شہریار
- کریسنٹ لاہور، ماہنامہ (شبلی نمبر) جنوری ۱۹۷۱ء، مدیر: خالد بزمی
- معارف اعظم گڑھ، ماہنامہ (سلیمان نمبر) ۱۹۵۵ء، مدیر شاہ معین الدین احمد ندوی

رسائل : عام رسائل

- آج کل دہلی، ماہنامہ: مارچ ۱۹۷۱ء
- البلاغ کلکتہ ہفت روزہ: ۱۷؍دسمبر، ۲۴؍دسمبر ۱۹۱۵ء
- الندوہ لکھنو، ماہنامہ: اپریل ۱۹۱۰ء
- معارف اعظم گڑھ، ماہنامہ: مئی ۱۹۳۷ء، مارچ ۱۹۶۵ء، فروری ۱۹۸۰ء،
- ہمایوں لاہور، ماہنامہ: مئی ۱۹۳۰ء
- ہندوستانی الہ آباد، تماہی: ۱۹۳۶ء

ADBI DAIRA
AZAMGARH
E-mail: azmi408@gmail.com
Mob.: +91-9838573645

ISBN 819486355-4

Price : 450/-